ماہنامہ

آنکھ مچولی

کراچی

سبز ہلالی پرچم میری آنکھوں کی بینائی ہے

ہر پاکستانی بچّے کا وطن سے اظہارِ محبت

BBM-1-89-UD LASERDOT R-LINTAS

نئی نسل کے ادب کا بین الاقوامی معیار

آڈٹ بیورو سرکولیشن سے تصدیق شدہ اشاعت!

ABC

آنکھ مچولی

مُدیرِ اعلیٰ: ظفر محمود شیخ

مُدیرِ مسئول: تجمّل حسین چشتی

جلد ۳ شمارہ ۹ مارچ ۱۹۸۹ء رجبُ المرجب ۱۴۰۹ھ

مُشاورت: مشفق خواجہ، امجد اسلام امجد

مُدیرانِ اعزازی: طاہر مسعود، محمد سلیم مغل

مجلسِ ادارت: شاہ نواز فاروقی، سیّد خورشید عالم۔

خطاطی: عارف سعید

قیمت ۶ روپے

۲ درہم
۲ ریال

زرِ سالانہ کیلئے خصوصی بچت کا صفحہ دیکھیں

- ماہنامہ آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی تمام تحریروں کے جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ پیشگی اجازت کے بغیر کوئی تحریر شائع نہیں کی جاسکتی۔
- ماہنامہ آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی قرآن و حدیث پر مبنی تحریروں کے علاوہ کہانیوں کے کردار و واقعات فرضی ہیں۔ کسی اتفاقیہ مماثلت کی صورت میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

- ماہنامہ آنکھ مچولی کو گرین گائیڈ اکیڈمی نے ضمیر الدین میموریل آرگنائزیشن کے زیرِ سرپرستی بچوں کی ذہنی اور علمی صلاحیتوں میں اضافے اور سیرت و کردار کی تعمیر کے لیے شائع کیا۔

ناشر: ظفر محمود شیخ طابع: زاہد علی مَطبع: لاریب پرنٹنگ پریس، ایم اے جناح روڈ۔ کراچی

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ آنکھ مچولی، گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۲۰-ڈی، نورس روڈ، سائٹ کراچی

آنکھ مچولی کے خاص شماروں کی روایت کو شاندار تر بنانے کے لیے آنکھ مچولی کا

کہانی اسپیشل

اپریل ۱۹۸۹ء میں منظرِ عام پر آرہا ہے۔ کہانی اسپیشل کی چند نمایاں خصوصیات

بچوں کے مُلکی اور بین الاقوامی ادب سے **۵۰** شاہکار کہانیوں کا انتخاب۔

ان کہانیوں میں یونان، ہالینڈ، برطانیہ، پیرو اور افریقہ کی مشہورِ زمانہ کلاسیکل کہانیاں بھی شامل ہیں۔

ہمیشہ کی طرح دلچسپ، حیرت انگیز اور معلوماتی رنگین صفحات۔

سوچتی، مُسکراتی خوبصورت نظمیں۔

اس کے علاوہ "کہانی اسپیشل" کے ساتھ ہر خاص نمبر کے تحفے سے زیادہ منفرد اور خوبصورت

تحفہ مُفت

آنکھ مچولی کا کہانی اسپیشل۔

آپ کے لیے   گھر بھر کے لیے   آج کے لیے   ہمیشہ کے لیے

اپنے قیمتی اور خوبصورت علمی ذخیرے میں ایک اور بے مثال چیز کے اضافے کو یقینی بنائیے۔

کہانی اسپیشل کی کاپی آج ہی بُک کرائیے

حُسنِ ترتیب

- ٦ — تاریخ کے دریچے سے
- ٢١ — کرسٹل کی دنیا — [illegible]
- ٤٠ — شیر کو زندہ کرنے والے — شین فاروقی
- ٦٣ — عکس (شہ پارہ) — شاہنواز فاروقی
- ٩٦ — گنی چنی معلومات — عقیل عباس جعفری
- ٧ — اداریہ
- ٢٥ — مارچ کی کہانی — نفیس فریدی
- ٤٣ — ننھا فرشتہ — پرویز آرائیں
- ٦٩ — گرگٹ (نظم) — شاہنواز فاروقی
- ٩٩ — مجبول (نظم) — محسن احسان
- ٨ — ڈاکیہ ڈاک لایا — [illegible]
- ٢٩ — سب سے بڑا انسان — ادارہ
- ٤٦ — پھر اس نے کہا
- ٧١ — پاکستان زندہ باد — کاوش صدیقی
- ١٠١ — ہم جھنجھلاتے کیوں ہیں؟ — ساجد سعید
- ١٣ — صبر و شکر کی کہانی — قرآنی کہانی
- ٣١ — خواب کے بعد — طاہر مسعود
- ٤٩ — حق اسکواڈ — اشتیاق احمد
- ٨٠ — میری ڈائری — ادارہ
- ١٠٣ — ننھی نگارشات
- ١٥ — پاکستان (نظم)
- ٣٦ — جھٹ پٹ کیجیے — نتائج
- ٥٥ — گھڑ سوار صحابی — سید خورشید عالم
- ٨٣ — کھٹ مٹھے — منتخب لطائف
- ١١٥ — آؤ ملائیں ہاتھ — قلمی دوستی
- ١٧ — دنیا مرے آگے — خبرنامہ
- ٣٩ — انڈے اور آرٹ — رمیصا سلیم
- ٥٩ — سائنس انکوائری — نیر ابدالی
- ٨٧ — جستجو شرط ہے — اسامہ بن سلیم
- ١١٨ — امی ابو کا صفحہ — محمد سلیم مغل

تاریخ کے دریچے سے

قائدِ اعظمؒ کسی کی سفارش نہیں کرتے تھے۔ شامتِ اعمال، معاش کا مارا ایک نوجوان طالب علم قائدِ اعظمؒ سے ملا اور کسی جگہ کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ فلاں صاحب سے میری سفارش فرما دیں تو مجھے ملازمت مل جائے گی۔ قائدِ اعظمؒ نے انکار کر دیا کہ میں سفارش نہیں کرتا، لیکن پھر سوچ کر طالب سے چند سوالات کیے۔

انھوں نے پوچھا "کیا دورانِ طالب علمی کھیلوں میں بھی کبھی حصہ لیا تھا؟" طالب علم نے جواب دیا "نہیں" دوسرا سوال تھا "کالج یا یونیورسٹی کی ادبی مصروفیات میں تمہارا کتنا حصہ ہوتا تھا؟" طالب علم نے جواب دیا "میں ادبی مصروفیات سے بھی لاتعلق رہا۔"

قائدِ اعظمؒ نے تیسرا سوال کیا "کالج یا یونیورسٹی کی کوئی بھی ایسی مشغولیت تھی جس میں تم نے حصہ لیا ہو؟" طالب علم نے پھر نفی میں گردن ہلا دی کہ "نہیں میں دورانِ طالب علمی میں پڑھنے لکھنے کے سوا وہاں کی ہر چیز سے لاتعلق رہا۔"

قائدِ اعظمؒ نے اُسے ڈانٹ دیا "نکل جاؤ میرے کمرے سے میں تم جیسے نکمے اور فضول آدمی کی سفارش نہیں کر سکتا۔" نوجوان طالب علم افسردگی سے پیچھے ہٹا اور الوداعی سلام کر کے یہ کہتا ہُوا رخصت ہو گیا۔

"آپ سفارش کریں یا نہ کریں، مجھے اس کی پرواہ نہیں لیکن بندہ جھوٹ ہرگز نہ بولے گا۔" قائدِ اعظمؒ تیزی سے اس کی طرف لپکے، لیکن وہ کمرے سے نکل چکا تھا۔ قائدِ اعظمؒ نے اپنے سیکریٹری کو حکم دیا کہ

"اس نوجوان کو روکو اور دوبارہ میرے پاس لاؤ۔" سیکریٹری نے بڑھ کر اس نوجوان کو روک لیا اور دوبارہ قائدِ اعظمؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔۔۔ قائدِ اعظمؒ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسرت کی لہر نمودار ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔

"میں تمہاری سفارش کر دُوں گا۔ اپنے اصُول کے خلاف زندگی میں پہلی بار۔ میں سفارش نہیں کرتا یہ میری زندگی کا ایک قیمتی اصول ہے۔ لیکن تم بھی مجھ سے وعدہ کرو کہ تم آئندہ بھی کبھی جھُوٹ نہیں بولو گے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح ابھی تم نے کہا تھا۔"

اور قائدِ اعظمؒ نے غالباً زندگی میں پہلی بار سچ کی خاطر اپنے نہایت قیمتی اصول کو توڑ دیا تھا۔

ماہِ رواں کی پہلی بات

اسکول کی تعلیم بنیادی اہمیت رکھتی ہے. کیونکہ بچّے کی تعلیم و تربیت کا اصل زمانہ یہی ہوتا ہے، کم سنی میں بچّوں کے ذہنوں کے اوراقِ سادہ پر جو نقوش مرتّب کر دیے جائیں اُن کا اثر ساری زندگی رہتا ہے۔ اسکول کی تعلیم میں یُوں تو اسکول کا معیار، ماحول، نصاب اور اس طرح کی دیگر چیزیں دیکھی جاتی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُن میں سب سے بنیادی اہمیت اُستاد کو حاصل ہوتی ہے، اگر اُستاد اچھا ہو تو باقی چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں، لیکن اگر اُستاد باصلاحیت نہ ہو، بچّوں کی نفسیات سے واقف نہ ہو، اُس میں محنت اور لگن کے جذبے کا فقدان ہو تو اسکول کی عمارت کتنی ہی عالیشان ہو اور فیس کتنی ہی منہ مانگی ہو، لاحاصل اور بے نتیجہ ہے۔ اسی لیے ہم سمجھتے ہیں کہ اسکول کی تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے اساتذہ کے معیار پر توجّہ دی جانی چاہیے۔

اسکول کے اساتذہ کا معیار بُلند کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ذہین، باکردار اور روشن تعلیمی پس منظر رکھنے والے افراد کو اس مقدّس پیشے کی طرف رغبت دلائی جائے۔ جب تک اچھی سمجھ بُوجھ رکھنے والے حضرات معلّمی کے پیشے کو نہیں اپنائیں گے اُس وقت تک یہ مسئلہ اپنی جگہ پر برقرار رہے گا۔ اس لیے کہ بچّوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنا نہایت نازک اور حسّاس کام ہے اور اس کے لیے ایسے ہی اساتذہ موزوں ہوتے ہیں جو اس فریضے کی باریکیوں اور نفسیاتی تقاضوں کو اچھی طرح سمجھتے ہوں. اور ایسے اساتذہ اُسی صورت میں میسّر آسکتے ہیں جب اس پیشے کو معاشی آسودگی اور سماجی وقار حاصل ہو. ہم دیکھتے ہیں کہ سرکاری اور پرائیویٹ اسکولوں میں اساتذہ کی تنخواہیں اور مراعات اتنی قلیل ہیں کہ ذہنی آسودگی اور دلجمعی کے ساتھ اُن کے لیے اپنے فرائض انجام دینا دشوار ہو جاتا ہے۔ بلکہ پرائیویٹ اسکولوں میں تو سستے اساتذہ کی تعیناتی کا رجحان عام ہے۔ جو نہ صرف ان اساتذہ بلکہ بچّوں کے ساتھ بھی زیادتی کے مترادف ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پیشے کو ہر لحاظ سے پُرکشش بنایا جائے، تاکہ تعلیمیافتہ اور تجربہ کار افراد ترجیحی بنیادوں پر اس پیشے کا انتخاب کر سکیں۔ اسکولوں کے نئے اساتذہ کی تربیت کی طرف بھی توجّہ دینے کی ضرورت ہے۔ اسکول کی سطح پر تعلیم دینا کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر تعلیم دینے کے مقابلے میں مشکل اور پیچیدہ ذمّے داری ہے۔ نئے اساتذہ جب اس پیشے میں داخل ہوتے ہیں تو ان میں سے اکثر کو ابتدا میں اس کی دشواریوں کا اندازہ نہیں ہو پاتا۔ پھر رفتہ رفتہ وہ اپنے تجربے اور اپنی ہی غلطیوں سے سیکھتے ہیں ——— لہٰذا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ایسے اساتذہ کے لیے محکمۂ تعلیم کی جانب سے تربیت کا نیا اور لازمی نظام متعارف کرایا جائے۔ اس لیے کہ تربیت یافتہ اساتذہ ہی نسلِ نو کی صحیح خطوط پر تربیت کر سکتے ہیں۔

آپ کا دوست

ظفر محمود شیخ

مشاذیہ فرحین، ناظم آباد، کراچی :۔ اس دفعہ بھی آنکھ مچولی دلچسپ معلومات سے مُرصّع تھا۔ کہانیاں سبھی اچھی لگیں۔ البتہ نظمیں کچھ زیادہ پسند نہیں آئیں شاید اس لیے کہ شروع میں آپ نے بہت ہی اچھی نظمیں شائع کیں اور ہم ویسے ہی معیار کے عادی ہو گئے، لیکن خیر... کوئی بات نہیں۔

○ بھئی نظموں کا قصہ یہ ہے کہ نظمیں کبھی بچوں کے لیے چھپتی ہیں اور کبھی بڑے بچوں کے لیے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ جب نظم بہت معیاری ہو تو سمجھ لیجیے کہ یہ بڑے بچوں کے لیے ہے۔ اس سے تو آپ بھی اتفاق کریں گی کہ پرچے پر سب کا برابر کا حق ہے۔ کہانیاں پسند آئیں شکریہ۔

فہیم احمد سولنگی، کیماڑی کراچی :۔ ڈوڈو کو الیکشن جیتنے پر مبارکباد پہنچا دیجیے۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ لوگوں کے پاس ردّی کی ٹوکری کی نام کی کوئی چیز نہیں ہے، لیکن میں نے سائنس انکوائری میں ایک سوال بھیجا تھا جو ابھی تک نہیں چھپا۔ کیا ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔؟

○ سولنگی صاحب! ردّی کی ٹوکری پہلے ہی اتنی بھر چکی ہے کہ اب مزید گنجائش نہیں رہی اور آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ سوال ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا ہوگا، ممکن ہے وہ ہمیں ملا ہی نہ ہو۔ سوال دوبارہ بھیج دیجیے۔

رامش عباس، فیصل آباد :۔ انکل آپ نے ابھی تک عمران خان اور جاوید انکل کا کوئی انٹرویو شائع نہیں کیا؟ پلیز ان کے نئے انٹرویو شائع کر دیجیے۔

○ آپ کی فرمائش نوٹ کر لی گئی ہے۔ ویسے رامش میاں آپ کا کیا خیال ہے اگر ہم کھلاڑیوں کے بجائے کسی ایسی شخصیت

ڈاکیہ ڈاک لایا

کا انٹرویو شائع کریں جس نے تعلیم یا سائنس یا کسی اور شعبے میں کوئی کارنامہ انجام دیا ہو۔ آپ اُسے پسند کریں گے؟

کوثر خان، حاصل پور:۔ میری ایک چھوٹی سی خواہش ہے اگر آپ اُسے پورا کر دیں تو مہربانی ہوگی کہ کسی شرارتی بندر کی تصویر رنگین صفحے پر چھاپ دیں کیونکہ مجھے شرارتی بندر بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں اپنی تصویر اور کوپن پُر کرکے بھیج رہی ہوں۔

○ بھئی ہم سمجھے نہیں۔ شرارتی بندر کی تصویر چھاپنے کی فرمائش کے ساتھ آپ اپنی تصویر کیوں بھیج رہی ہیں۔ بہرکیف ... کسی چلبلاتے بندر کی تصویر ملی تو ضرور چھاپ دیں گے۔

محمد فہیم خان۔ میرپور خاص:۔ فروری کا سرورق دیکھ کر تو میں چکرا گیا۔ آپ نے لکھا ہے کہ دیسی چوہے دیکھ لیں تو شرم سے پانی پانی ہو جائیں۔ جب کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے عوام بھی اُن چوہوں کو دیکھ لیں تو ان کا بھی یہی حال ہوگا کیونکہ ان پر تو تعلیم کے دروازے بھی بند ہیں۔

○ آپ چوہوں کا ذکر کرتے ہیں سُنا ہے یورپ کے قبرستان دیکھ لیں تو مرنے کو جی چاہنے لگتا ہے، لیکن آپ نے سوچا کہ یورپ نے اتنی ترقی کیسے کی۔ محنت، لگن اور دیانتداری سے۔ یہ خوبیاں ہم پیدا کر لیں تو یورپ سے زیادہ ترقی کر لیں گے۔

محمد ذیشان جاوید، سانگھڑ:۔ حق اسکواڈ کا کارنامہ خاکسار کو پسند نہیں آیا۔ سسپنس تو بہت تھا لیکن کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ ویسے شمارہ پسند آیا۔ مبارکباد قبول کیجیے۔

○ خاکسار کو آپ کی تنقید پسند آئی۔ حق اسکواڈ سے توقعات وابستہ نہ کیجیے۔ بیچارے لڑکے ہی تو ہیں کوئی جیمز بانڈ تو ہیں نہیں جتنا کچھ کر رہے ہیں بہت ہے۔

شازیہ عزیز، کراچی:۔ "قلمی دوستی" میں میرے بھائی کی تصویر شائع ہوئی۔ مجھے بہت خوشی ہوئی اور میرا بھائی تو خوشی سے پاگل ہو گیا۔ سارے گھر والوں کو رسالہ پسند آیا۔

○ ہمیں یقین ہے کہ بھائی کے خوشی سے پاگل ہونے والی بات آپ نے محاورۃً لکھی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رسالہ آپ لوگوں کو خوشیاں فراہم کرنے کے لیے ہی جاری کیا گیا ہے۔

ابنِ مفترح دِل۔ مردان:۔ ایک غزل بھیج رہا ہوں۔ کیا شائع ہو جائے گی؟

○ بھئی دِل صاحب! آپ کی غزل پڑھ کر ہم بے ہوش ہوتے ہوتے بچے۔ اتنی خوفناک، بلکہ دردناک غزل خدا کے واسطے آپ نہ لکھا کریں۔ ٹھیک ہے۔

محمد اسلم شیخ راہی۔ میرپور خاص:۔ ہمارے بڑے بھائی اور امی ابو بھی آنکھ مچولی شوق سے پڑھتے ہیں۔ ایک دن دادا جان نے بھی اس کا مطالعہ کر لیا۔ تب سے کہتے ہیں کہ یہ تو بہت اچھا رسالہ ہے۔ اتنے اچھے رسالے پر دادا جان کی مبارکباد قبول کیجیے۔

○ پتہ ہے یہ بڑے آپ لوگوں کا رسالہ کیوں پڑھتے ہیں ... کان اِدھر لائیے، چپکے سے بتاتا ہوں ... اصل میں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان کے بچے کس قسم کے رسالے پڑھتے ہیں۔ اب آپ بھاگ کر دادا ابا کا شکریہ ادا کر دیجیے ... شاباش!

لعل زیب تبسم، سرڈھیری بازار:۔ پچھلے شمارے میں میرا نام اور مشورہ شائع نہیں ہوا کیوں؟ میں بھی تو پاکستانی باشندہ ہوں۔

تو پھر کیوں میرا نام شائع نہیں کیا گیا۔

○ لعل میاں ... ہر ماہ بے شمار خطوں کا جواب ہم نہیں دے پاتے ۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکلتا ہے کہ جن کے خط کے جواب نہیں دیے جاتے وہ پاکستانی باشندے نہیں ہوتے ۔ خدا کے واسطے اس طرح سے نہ سوچا کریں ۔

منظور علی، گولیمار، کراچی :۔ آپ سے درخواست ہے کہ کوئی ایسا مضمون شائع کریں جس میں تمام ملکوں کے صدور اور وزیروں کے نام شامل ہوں ۔ ڈوڈو کو الیکشن جیتنے کی مبارک باد پہنچا دیجیے ۔

○ آپ کی فرمائش پوری کر دی جاتی مگر کیا کیا جائے آئے دن تو حکومتوں کے تختے اُلٹ دیے جاتے ہیں اور وزیر تو اس تیزی سے بدلتے ہیں کہ نہ پوچھیے ۔ بہر کیف، ڈوڈو آپ کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔

مرتضیٰ علی خان، بی، ای، سی، ایچ، ایس، کراچی :۔ بازار میں بچوں کے کئی رسالے آچکے ہیں ۔ امید ہے آپ آنکھ مچولی کی انفرادیت کو برقرار رکھیں گے اور اس کا معیار مزید بلند کریں گے تا کہ آنکھ مچولی رسالہ ہر رسالے پر سبقت لے جا سکے ۔

○ نئے رسالوں کا جاری ہونا دوسرے رسالوں کے لیے مفید ہو یا نہ ہو ۔ بچوں کے لیے ضرور مفید ہے ۔ آنکھ مچولی کو آپ ہمیشہ منفرد اور تازہ دم پائیں گے ۔ بقول اقبالؔ ؎ یہ تو چلتی ہے تجھے اُونچا اُڑانے کے لیے ۔

سید انور علی کاظمی ، ملتان :۔ تجاویز پیش خدمت ہیں ۔
۱۔ "کھٹ مٹھے" کا عنوان دوبارہ "لذیذ ار لطیفے" رکھ دیجیے ۲۔ "ننھی نگارشات" کا معیار بہتر بنائیے یا اس حصے کو ختم کر دیجیے ۔

○ جواب حاضرِ خدمت ہے ۔
۱۔ "کھٹ مٹھے" اگر آپ کو ناپسند ہے تو نیا خوبصورت سا عنوان تجویز کر دیجیے ۔ ۲۔ "ننھی نگارشات" ننھے ادیبوں کی ہوتی ہیں اسے اُسی معیار پر جانچیے ۔

عبدالباسط، نارتھ کراچی :۔ اگر میں میر امّن دہلوی کی "باغ و بہار" قسط وار بھیجوں تو کیا آپ شائع کریں گے ؟

○ پیارے دوست ! "باغ و بہار" ہماری لائبریری میں موجود ہے ۔ اس لیے آپ خوب محنت کر کے اور کسی سے اصلاح لینے کے بعد اپنا لکھا ہوا کوئی مضمون بھیجیے ۔ اچھا ہوا تو ضرور شائع ہوگا ۔

عالیہ صافی ۔ مردان :۔ آپ کی بعض عادتیں ہمیں سخت بُری لگتی ہیں مثلاً آپ کسی کے سوال کا جواب نہیں دیتے ۔ ہم جوابی لفافہ بھی ساتھ ہی بھیج دیتے ہیں لیکن پتا نہیں جواب کے دو الفاظ بھی آپ سے نہیں لکھے جاتے ۔

○ عالیہ بی بی ! ہم تمام ضروری خطوں کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں ۔ آپ کا خط بہت طویل ہے اور آپ نے جو سوال پوچھا ہے اُسے تو پڑھ کر ہم خود بھی چکرا گئے ۔ ماشاء اللہ نہایت ذہانت کا سوال ہے ۔ اسلامی سوال و جواب کی تجویز پر ہم بالکل غور کریں گے ۔

محمد ایاز، بریکوٹ ۔ سوات :۔ مجھے شکایت ہے کہ آپ نے آنکھ مچولی میں کوئی تجربہ نہیں کیا ۔ آپ کوئی ایسا تجربہ تحریر کریں کہ ہر طالب علم اُسے آسانی سے کر سکے ۔

○ بھئی کیا آپ کی مراد سائنسی تجربے سے ہے ۔ اگر ایسا ہے تو پھر ایسے مضامین تو آنکھ مچولی میں شائع ہوئے ہیں ۔

جن میں مختلف قسم کے سائنسی تجربات کے طریقے بتائے گئے ہیں. شاید آپ کی نظروں سے وہ شمارے نہ گزرے ہوں۔

سید نعیم الحق۔ کراچی۔ "ننھی نگارشات" میں جو تصویریں بنی ہوئی ہوتی ہیں وہ لکھنے والے بنا کر بھیجتے ہیں یا آپ کا کوئی آرٹسٹ بناتا ہے ؟

○ "ننھی نگارشات" کی تصویریں ہم اپنے آرٹسٹ سے بنواتے ہیں آپ لوگ صرف اچھی اچھی تحریریں ہی بھیج دیا کریں، یہی بہت کافی ہے۔

نبیل احمد، پشاور۔ دو سال سے آنکھ مچولی کا مطالعہ کر رہا ہوں، آج تک کئی خطوط لکھے مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔ ایک پُرانے قاری ہونے کی حیثیت سے مجھے اتنا بھی حق نہیں پہنچتا کہ میرے چند الفاظ چھپ جائیں۔

○ دیکھیے اب ہم آپ کو جواب دینا چاہتے ہیں مگر آپ ہی بتائیے کیا جواب دیں۔ آپ نے نہ کچھ پوچھا ہے، نہ مشورہ دیا ہے نہ کچھ اور۔ اسی لیے ہم چُپکی سادھ لیتے ہیں تو آپ ناراض ہونے لگتے ہیں۔

شاهد رمضان، لانڈھی کراچی۔ انکل! میں ڈوڈو کو تحفہ بھیجنا چاہتا ہوں، کس پتے پر روانہ کروں ؟

ڈوڈو کا تحفہ آپ "آنکھ مچولی" کے پتے پر بھیج دیجیے۔ اُنہیں پہنچا دیا جائے گا... ہاں بھئی واقعی۔

اُن ساتھیوں کے نام جن کے خطوط ہمیں موصول ہوئے۔

محمد عمران قادر، ٹنڈو آدم - محمد صدیقی، حیدرآباد - تسلیم اختر، لاہور - سہیل احمد عباسی، سکھر - زینب عباسی، کلفٹن، کراچی - رضی الدین صدیقی، کراچی - عائشہ اعجاز، لاہور - ملک محمد فیصل حسن، ملتان - ارسلان ظہیر، گجرات - نورالاسلام سحر، جیوانی، مکران - راؤ جاوید اقبال، راحنی پور - محمد شاہد رسول حیدرآباد - سیف اللہ خان، پشاور - تنویر اقبال چوہدری، چکوال - فواد احمد، لاہور - نائلہ بختیار کوہاٹ - جاوید اقبال، آزاد کشمیر - رضیہ عارف اللہ، ٹنڈو محمد خان - شازیہ ناز اکرام، حیدرآباد - شفقت رحمٰن قریشی، اکوڑہ خٹک - اصغر علی، ٹنڈو جام، راحت صلاح الدین، کراچی - ولی محمد، کراچی

سفرِ مبارک

معلومات بھی ___ رہنمائی بھی

حجّاج اور زائرین کے لیے نادر تحفہ!

۲۰۳ صفحات

یہ کتاب آپ صرف ۲ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کرکے حاصل کرسکتے ہیں

ایک بار کی زحمت

سال بھر کا آرام

آنکھ مچولی

گھر بیٹھے ہر ماہ حاصل کرنے کے لیے

صرف ایک بار زحمت کیجیے اور ۱۲ ماہ تک اپنا پسندیدہ رسالہ باقاعدگی سے حاصل کیجئے۔

آنکھ مچولی کے (۱۲) شماروں کی قیمت مع دو خاص نمبر اور رجسٹرڈ ڈاک خرچ (۱۳۲) روپے بنتی ہے، لیکن خصوصی بچت اسکیم کے تحت آپ کو صرف (۹۰) روپے ادا کرنے ہوں گے۔ یوں گویا بہ یک وقت آپ دو فائدے اٹھا سکتے ہیں۔

(۱) **۴۲** روپے کی خصوصی بچت۔

(۲) گھر بیٹھے رجسٹرڈ ڈاک سے رسالے کی بحفاظت ترسیل۔

یاد رہے کہ

رسالے کی قیمت میں اضافے کے باوجود زرِ سالانہ میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔

اگر آپ سالانہ خریداری کے لیے ہماری خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہونا چاہتے ہوں تو **۹۰** روپے کا منی آرڈر اور مندرجہ ذیل کوائف ایک علیحدہ کاغذ پر روانہ کریں۔

(۱) خریدار کا نام (۲) مکمل پتہ (۳) رسالہ کس ماہ سے جاری کیا جائے (۴) فون نمبر (اگر ہو) (۵) دستخط

"خصوصی بچت اسکیم" ماہنامہ آنکھ مچولی۔ ڈی-۱۱۲- نورس روڈ سائٹ کراچی ۱۶

قرآنی کہانی

صبر و شکر کی کہانی

ملکِ شام میں ایک بہت ہی امیر و کبیر بزرگ رہا کرتے تھے۔ ان کے پاس بہت دولت تھی۔ دمشق میں ایک بہت بڑے گاؤں کے مالک تھے۔ بھیڑ، بکریاں، اونٹ، کھیت اور باغات بھی ان کے پاس بہت تھے۔ اس کے علاوہ اولاد بھی بہت تھی یعنی اللہ تعالٰے نے انہیں بارہ بیٹے دیئے تھے۔ وہ بہت ہی نیک آدمی تھے۔ اپنی دولت خود بھی خرچ کرتے اور غریبوں کی خوب دل کھول کر مدد کیا کرتے تھے اور ہر وقت اللہ کی عبادت کیا کرتے ساری بستی ان کی نیکی اور کردار کی تعریف کیا کرتی تھی۔ ایک شخص اس دنیا میں ایسا بھی تھا جو ان بزرگ کی عبادت گزاری سے حسد کیا کرتا تھا اور اس کا کہنا یہ تھا کہ یہ بزرگ اس لئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں کہ ان کے پاس بے پناہ دولت ہے۔ اگر اللہ نے انہیں دولت نہ دی ہوتی تو یہ قطعی اس کے عبادت گزار نہ ہوتے۔ یہ شخص ہر وقت ان بزرگ کو ورغلایا کرتا تھا کہ یہ جو مال و دولت ہے یہ تمہاری اپنی محنت کا نتیجہ ہے تم اس قدر عبادت کیوں کرتے ہو۔ تمہارے پاس اتنا مال اور اولاد ہے کہ تمام عمر بغیر کسی تکلیف کے زندگی گزار سکتے ہو۔ لیکن بزرگ ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ مال ہو یا نہ ہو ہمیں اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ جب ہر طرح ان بزرگ کو ورغلانے کے بعد بھی بھٹکایا نہ جا سکا تو اس حاسد کو بڑی مایوسی ہوئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

ایک دن کچھ لوگ بزرگ کے پاس آئے اور خبر دی کہ مکان کی چھت گرنے سے آپ کے تمام بچّے دب کر مر گئے ہیں بزرگ نے بڑے اطمینان سے کہا "اللہ بڑا کارساز ہے" اس حاسد نے بزرگ کو پھر ورغلایا کہ چھوڑیئے اس عبادت کو، کیا فائدہ اِس کا اگر اللہ آپ پر مہربان ہوتا تو آپ کی اولاد کو کیوں مارتا بزرگ نے سُنی اَن سُنی کر دی اور لاحول پڑھ کر پھر عبادت میں مشغول ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے صبر کی دُعا کرنے لگے۔ چند دن بعد انہیں پتہ چلا کہ ان کے تمام کھیتوں میں آگ لگ گئی اور سب فصل برباد ہو گئی۔ بزرگ نے پھر

بھی خدا کا شکر ادا کیا اور صبر کی دعا کرنے لگے۔ ایک ہفتے بعد اطلاع ملی کہ سارے جانور ایک بیماری میں ہلاک ہوگئے۔ بزرگ نے پھر کہا کہ اللہ بہتر کرنے والا ہے وہ ہمیں صبر دے گا۔

ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ باغات کی بربادی کی اطلاع مل گئی۔ غرض ایک ایک کرکے ہر چیز تباہ و برباد ہوگئی اور یہ بزرگ قلاش ہوگئے لیکن قطعی پریشان نہیں ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہے اس حاسد نے ان بزرگ کا خوب مذاق اڑایا لیکن ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ بیمار ہوگئے، روز بروز بیماری بڑھتی گئی، آخر خارش ہوگئی۔ بستی والوں نے جب دیکھا تو ان سے کہا کہ آپ ہماری بستی چھوڑ دیجئے ورنہ یہ بیماری ہماری بستی میں بھی پھیل جائے گی۔

زبردستی بزرگ کو بستی سے دُور ایک ویرانے میں لاکر چھوڑ دیا گیا۔ جہاں انہوں نے ایک چھوٹی سی جھونپڑی ڈال لی اور خدا سے دعا کرتے رہے۔ بزرگ کی بیوی نہایت نیک اور پرہیزگار خاتون تھیں وہ اس خطرناک بیماری میں بھی اپنے شوہر کی خدمت کرتی رہیں وہ بستی کے گھروں میں جاکر کام کاج کرتیں اور مزدوری ملتی تو اپنے شوہر کو لاکر کھانا کھلاتی تھیں۔ ایک مرتبہ ان کی بیوی کی زبان سے کچھ الفاظ ایسے نکلے جس سے بے صبری اور اللہ تعالیٰ کا شکوہ ظاہر ہوتا تھا اور یہ چیز ان نیک بزرگ کو پسند نہ آئی تو انہوں نے قسم کھائی کہ اگر میں اچھا ہوگیا تو تمہیں سزا کے طور پر سو لکڑیاں ماروں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم فرمایا کہ تم اپنی ایڑی زمین پر مارو تو ایک چشمہ زمین پر پھوٹے گا، پھر تم اس میں غسل کرلینا، بالکل تندرست ہوجاؤ گے چنانچہ وہ بیمار بزرگ بمشکل کھڑے ہوئے اور زمین پر ٹھوکر ماری تو زمین سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ جیسے ہی بزرگ اس چشمے میں نہائے، جب پانی سے باہر نکلے تو سارا جسم ٹھیک ہوچکا تھا کہیں زخم موجود نہ تھا اور پوری طرح تندرست اور توانا ہوچکے تھے۔

وہ بزرگ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر دوسری بستی میں آکر رہنے لگے۔ رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر اولاد دے دی۔ کاروبار میں برکت دی اور وہ دوبارہ اسی طرح خوش حال ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ میں مصروف ہوگئے۔

یہ بیمار بزرگ اللہ کے پیغمبر حضرت ایوّب علیہ السّلام تھے اور جو حاسد انہیں ورغلاتا تھا وہ مردود شیطان تھا جو ہمیشہ سے اللہ کے نیک بندوں کو بہکاتا ہے، لیکن اللہ کے نیک بندے خوشی اور غم کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتے اور مصیبت میں صبر کرتے ہیں۔

حضرت ایوّبؑ نے بھی صبر کیا تھا اور ان کا صبر دنیا میں آج بھی مثال ہے۔

پیارے پاکستان

اقبال حیدر

تُو ہے خوشبو تُو ہے اُجالا
تُو آزادی کا متوالا
میرے وطن تُو سب سے اعلا
تجھ پر ہم قربان
پیارے پاکستان

تُو دنیا میں سب سے حسیں ہے
تجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے
تیری زمیں تو خُلدِ بریں ہے
یہ اپنا ایمان
پیارے پاکستان

تیری شان اور تیری شوکت
سب کے دلوں میں تیری چاہت
تجھ پر ہے اللہ کی رحمت
تُو ہے سب کی جان
پیارے پاکستان

فتح و ظفر قدموں پر تیرے
ہو جائیں خود بڑھ کے صدقے
اللہ عزت اور بھی بخشے
تو اپنی پہچان
پیارے پاکستان

Everyone loves to eat

mayfair Toffees and Sweets

- Milk Bon Bon
- Orange Candies.
- Coconut Candies.
- Deluxe Toffees
- Assorted Candies.
- Tattoo Toffees
- Honey Candies.

And now another
offer from the house of Mayfair

Milka Chew
Fruta Chew
Minta Chew

mayfair Bubble

You will love it because it is the only juicy bubble that makes

big big Bubbles.

mayfair The Sweet Favourites.

AFI **Asian Food Industries (Private) Limited.**
Shernaz House, West Wharf Road, Karachi, Pakistan.
Phones: 201612, 201617 Cable: BON BON Telex: 25482 AFI PK

ADARTS AFI 1/86

دنیا میرے آگے

اٹلی میں بچّوں کی خرید و فروخت

اٹلی سے ملنے والی ایک خبر کے مطابق ملک کے جنوبی شہر نیپلز میں بچّوں کی خرید و فروخت کا کاروبار بڑے پیمانے پر جاری ہے۔ نوزائیدہ بچّوں کی خرید و فروخت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بچّے کی قیمت ۴۰ ملین لیرا (۲۹ ہزار امریکی ڈالر) ہوتی ہے۔ اٹلی کے جنوبی حصّے میں بچّوں کی خرید و فروخت کی یہ ناجائز مارکیٹ تیزی سے مشہور ہوتی جارہی ہے۔

دلچسپ خبریں — حیرت انگیز اطلاعات

نیپلز کے ایک مجسٹریٹ کے مطابق ہر سال سینکڑوں بچّوں کی آزادانہ خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اس واقعے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان معصوم بچّوں کو ان کے والدین روزگار یا اچھے مکانات کے عوض فروخت کر دیتے ہیں۔ نیپلز میں واقع بچّوں کی عدالت کے صدر مسٹر آرلیسٹ سیامپا کا کہنا ہے کہ ان کے خیال کے مطابق ۱۹۸۸ء میں ۶۰۰ بچّوں کی خرید و فرخت ہوئی۔ اسی عدالت کے ایک جج مسٹر میلیٹا کیوالو کا کہنا ہے کہ "ہم اس تجارت کو نہیں روک سکتے۔ جب تک کہ اس پر سخت پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔ لوگوں کا رجحان اسی طرح برقرار رہے گا" زیرِ نظر تصویر میں ماڈرونا نامی تین ماہ کی بچّی کو سب سے زیادہ قیمت پر فروخت کیا گیا۔

نیا ٹریکٹر ایندھن کی بچت آج کی دنیا کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اس سے نمٹنے کے لیے امریکن ہنڈا موٹر کمپنی نے ایک ٹریکٹر تیار کیا ہے۔ ۱۳ ہارس پاور کے اس ٹریکٹر میں دو سلنڈروں کا انجن ہے۔

اس کی خصوصیت یہ ہے کہ انجن لکوئیڈ کولڈ ہے۔ ٹریکٹر میں کلچ نہیں ہے اور اس کو چلانا نہایت آسان ہے ۔ کٹنگ بلیڈ بھی اس وقت کام کرتا ہے جب کوئی شخص سیٹ پر موجود ہو۔ اس ٹریکٹر میں دو ہیڈلائٹس

فیول گیج ۔ ٹمپریچر وارننگ لیمپ اور خودکار بزر لگے ہوئے ہیں ۔ ان تمام خصوصیات کے باوجود ٹریکٹر انتہائی سستا ہے ۔ یہ صرف ۲،۳۴۸ ڈالر میں آسانی سے خریدا جا سکتا ہے ۔

<u>بے ہوش کرنے والی مشین</u> کسی بھی قسم کا آپریشن کرنے کے لیے جہاں جدید اوزاروں کی ضرورت پڑتی ہے وہاں ایک سب سے اہم ضرورت مریض کو بے ہوش کرنے کی ہوتی ہے ۔ جس کے لیے کلوروفارم وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے ۔ حال ہی میں جرمنی میں ایک حیرت انگیز مشین تیار کی گئی ہے جو آپریشن سے پہلے مریضوں کو بغیر کسی تکلیف کے بے ہوش کر سکے گی ۔ اس نئی مشین کا نام "سائسیرو" "Cicero" رکھا گیا ہے ۔ اس مشین کی تیاری کے مختلف مراحل میں ایشیا، امریکہ اور یورپ کے ایک ہزار سے زائد ڈاکٹروں کی مشاورت شامل رہی ہے ۔ مشین خصوصاً بچوں کے آپریشن کے لیے انتہائی مددگار ثابت ہوگی ۔ اس مشین میں الارم سسٹم نصب ہے اور یہ پوری طرح کمپیوٹرائز ہے ۔

دنیا کا سب سے قیمتی کبوتر

ایک پاؤنڈ وزنی، جامنی خاکستری والا دنیا کا یہ تیز رفتار کبوتر ۲۰ مرتبہ سونے میں تل چکا ہے۔ حال ہی میں کبوتروں سے متعلق ایک برطانوی ادارے "کوئینز ونڈ" نے اسے ایک لاکھ ۳۲ ہزار پانچ سو ستر ڈالر میں خریدا ہے۔ گویا پاکستانی کرنسی میں اس کی قیمت ۳۰ اور ۳۵ لاکھ کے لگ بھگ ہوئی۔ یہ سن کر آپ کے ہاتھوں کے طوطے بلکہ کبوتر تک یقیناً اڑ گئے ہوں گے۔

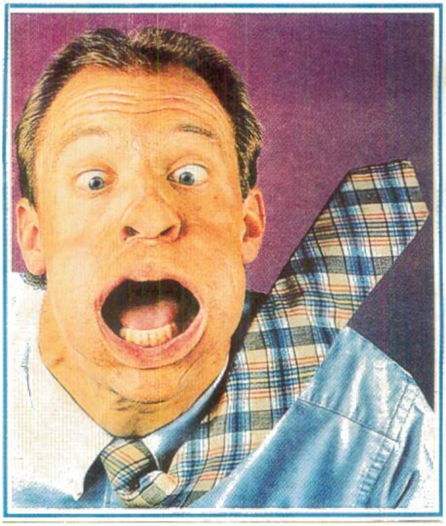

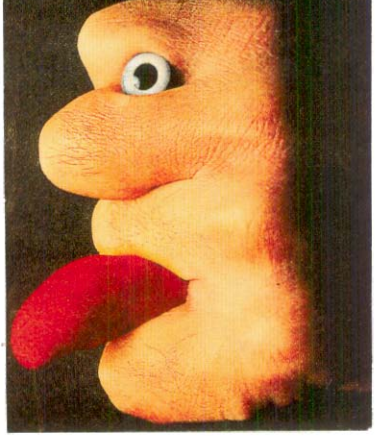

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کبوتر کی قیمت سن کر ان صاحب کا یہ حال ہو گیا ہے۔ جی نہیں ..... یہ کی بات نہیں ہے۔ یہ صاحب جب کبھی بات کرتے ہیں تو اپنی شکل اسی طرح بگاڑ لیتے ہیں۔ تصویر غور سے دیکھئے ممکن ہے آپ سمجھ جائیں۔ اگر نہیں سمجھے تو ہم بتا دیتے ہیں کہ وہ شکل بگاڑنے کی یہ ترکیب آپ کو بتا دیں گے۔

پانچ انگلیاں اور تخلیقی ذہن مل کر کیا کچھ نہیں کر سکتے آپ چاہیں تو آپ بھی یہ تجربہ کر لیں۔

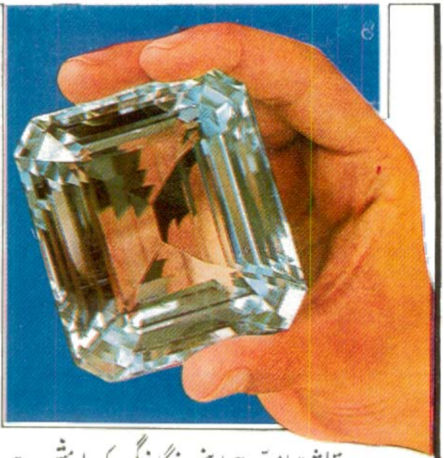

تراشہ ہوا زمرّد جو اپنی رنگا رنگی کے لیے مشہور ہے

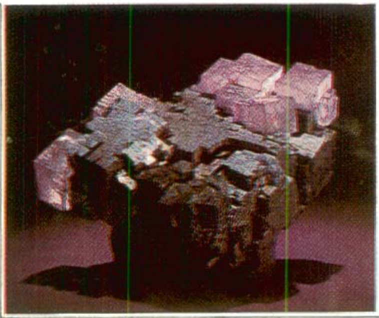

فلورائیٹ اور کچا سیسہ کرسٹل کی دو اور اقسام

یہ بھی کرسٹل کی ایک قسم ہے ۔

یہ قیمتی زمرّد لڑکی سے بھی زیادہ بھاری ہیں

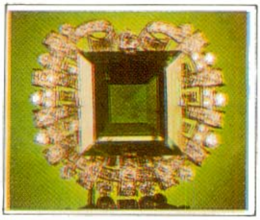

زمرد ایک ڈیزائن کی صورت میں

ایک قیمتی ہیرا

یاقوت کا ڈھیر

کرسٹل کی دُنیا

فطرت کی حسین دنیا کا احوال

سلمٰی سلیم

جگمگ جگمگ کرتی چیزیں سب کو بھلی لگتی ہیں خاص طور پر بچّوں کو۔ اسی لیے دنیا بھر کے بچّے ہمیشہ سے جگنوؤں، ستاروں اور زرق برق لباس کے دیوانے ہیں۔ کہتے ہیں ہر چیز اپنے جیسی چیز کو پسند کرتی ہے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ بچّے بھی چونکہ جگمگ کرتے جگنوؤں اور جھلمل کرتے ستاروں کی طرح ہوتے ہیں، اس لیے وہ اپنے جیسی ان چیزوں سے پیار کرتے ہیں۔ دنیا کی بہت سی جگمگ کرنے والی چیزوں میں ایک چیز کرسٹل یعنی بلور بھی ہے۔ کیا آپ نے کبھی اس کے متعلق پڑھا...! نہیں، آئیے ہم آج آپ کو کرسٹل سے ملوائیں۔ ممکن ہے آپ اس سے مل کر خوش ہوں اور یوں آپ کی پسندیدہ چیزوں میں ایک اور چیز کا اضافہ ہو جائے۔

کرسٹل کا نام سُنتے ہی آپ کے ذہن میں شاید ہیروں، قیمتی پتھروں جیسے زمرد، روبی یا ٹی وی پر آنے والے ایک ٹوتھ پیسٹ کا تصور ابھرا ہو۔ آپ کا تصور درست ہے۔ یہ سب چیزیں بھی کرسٹل یا بلور ہی کی مختلف اقسام یا شکلیں ہیں۔ مگر جناب کرسٹل کی دنیا بڑی وسیع ہے۔ یعنی دنیا میں ان کے علاوہ بھی کرسٹل پائے جاتے ہیں ممکن ہے آپ نے اکثر انہیں دیکھا ہو مگر لاعلمی کے باعث انہیں پہچانا نہ ہو۔ خیر اب آئیے آپ کو کرسٹل کے بارے میں چند باتیں بتائیں۔

پرانے زمانے میں یونانی زبان میں Quartz KrYstall os کی اصطلاح موجود تھی جس کا مفہوم "شفاف برف" تھا۔ دراصل اس اصطلاح کے وجود میں آنے کا سبب یہ تھا کہ یونانی سمجھتے تھے کہ کوارڈز کرسٹیلس برف کا وہ ٹکڑا ہے جو شدید سردی کے باعث صدیوں سے جما ہوا ہے۔ انگریزی زبان کا لفظ "کرسٹل" دراصل اس اصلاح سے نمودار ہوا ہے۔ تاہم آج کے لوگ سائنسی تحقیق کی بدولت جان چکے ہیں کہ یونانیوں کا خیال غلط تھا کیونکہ کوارڈز برف کا ٹکڑا نہیں بلکہ ایک دھات ہوتی ہے۔ ہاں البتّہ دنیا میں شفاف برف کا کرسٹل بھی پایا جاتا ہے۔

کرسٹل زیرِ زمین موجود مختلف دھاتوں اور پتھروں سے مِل کر بنتا ہے۔ بعض کرسٹل اپنے حجم کے اعتبار سے اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ انہیں مائیکرو اسکوپ کے بغیر دیکھنا ممکن نہیں۔ ریت میں شامل چمک دار ذرّے بھی دراصل چھوٹے چھوٹے کرسٹل ہی ہوتے ہیں۔ اس طرح برف کا گالا بھی چھوٹے چھوٹے کرسٹلوں سے مِل کر بنتا ہے۔ برف کے یہ کرسٹل برفانی کرسٹل کہلاتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق اکثر کرسٹل زیرِ زمین تشکیل پاتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق زیرِ زمین مخصوص قسم کا گرم رقیق مادہ موجود ہوتا ہے۔ یہ مادہ زمین کا درجۂ حرارت بدلنے کے باعث جیسے ہی ٹھنڈا ہوتا ہے اس رقیق مادے سے کرسٹل وجود میں آجاتے ہیں۔ اس کے برخلاف کچھ کرسٹل پتھروں سے وجود میں آتے ہیں۔ اس عمل میں پتھروں کے اندر موجود معدنیات شدید گرمی اور دباؤ کے تحت آجاتی ہیں نتیجتاً کرسٹل وجود میں آ جاتے ہیں۔

اسی طرح کچھ کرسٹل زمین کی سطح کے اوپر یا اندر موجود پانی سے بھرے ہوئے سوراخوں میں بھی تیار ہوتے ہیں۔ اس عمل میں ہوا، پانی یا برف پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ذرّوں کو زمین کی سطح کے اوپر یا اندر موجود پانی سے بھرے ہوئے سوراخوں میں دھکیل دیتے ہیں۔ جیسے جیسے ان ذرّوں کی تہیں بننے لگتی ہیں ان ذرّوں پر دباؤ بڑھنے لگتا ہے اور بالآخر ایک مرحلے پر پہنچ کر اس دباؤ کے تحت یہ ذرّے کرسٹلوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

اب جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ایک کرسٹل یا بلور کی قیمت یا اہمیت کا انحصار کن چیزوں پر ہے تو اس سلسلہ میں عالمی طور پر ایک فارمولا موجود ہے۔ اس فارمولے کے مطابق کرسٹل کی قیمت یا اہمیت کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ کتنا سخت، کتنا خوبصورت، کتنا بھاری اور کتنا کمیاب ہے۔ کرسٹل کی تول کیریٹس میں ہوتی ہے۔ ایک کیریٹ دوسو ملی گرام کا ہوتا ہے۔ اس وقت دنیا میں روبی اور زمرد نام کا کرسٹل یا پتھر مہنگا ترین تصوّر کیا جاتا ہے۔

کرسٹل اور انسان اگرچہ اس اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں کہ کرسٹل بے جان چیز ہے اور انسان جاندار، مگر کرسٹل اور انسانوں میں کچھ مشترک خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کچھ لوگ اپنے علم وفضل، کردار اور کارناموں کے باعث کرسٹل کی طرح چمک دار، خوبصورت اور قیمتی ہوتے ہیں ایسے لوگ دنیا کی توجہ کا مرکز اور دنیا کے لیے رحمت ہوتے ہیں اور دنیا اُنہیں اُن کے کارناموں کے باعث صدیوں تک یاد کرتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے آپ لوگوں میں بھی بہت سے بڑے بڑے کرسٹل موجود ہیں۔ وطنِ عزیز کی فضا میں چھائی تاریکی کے باعث ہمیں اُن کے سامنے آنے کا شدت سے انتظار ہے۔ آپ کو بھی ہے نا؟

تکون بنائیے

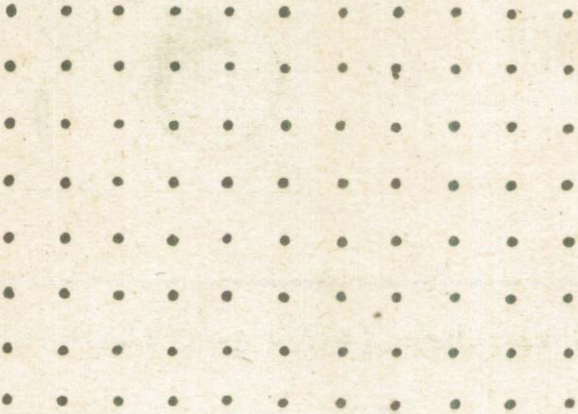

مثلّث کا کھیل :۔ یہ دو افراد کا کھیل ہے۔ ان نقطوں کو اس طرح ملائیں کہ ایک مثلث بَن جائے۔ مگر خیال رہے کہ کوئی لائن کسی دوسری لائن کو کراس نہ کرے۔ جو ساتھی سب سے پہلے زیادہ مثلّث ترتیب دے گا وہ جیت جائے گا۔

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ
یہ پھل کن درختوں پر لگتے ہیں ۔

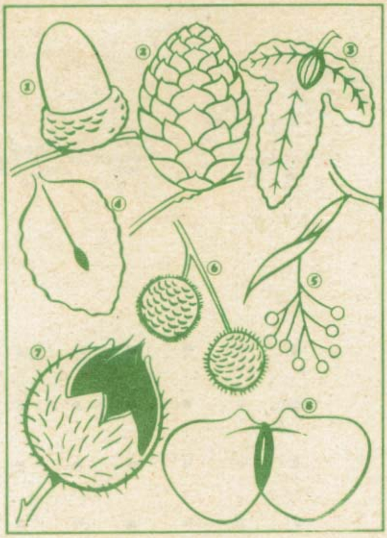

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ یہ آپ کی ذہانت کا امتحان ہے ۔

مارچ کی کہانی

نفیس فریدی

ماہِ رواں کے اہم واقعات ... دلچسپ مکالمات

یہ - امّی جان، میں نے تو اپنا ہوم ورک ختم کرلیا۔

امّی جان۔ شاباش ... اور بیٹے نعیم تم نے ؟

نعیم - میں تو بہت پہلے ختم کر چکا ہوں۔ امّی جان

امّی جان - اچھا اب جلدی سے سو جاؤ دونوں

صبح سویرے اٹھنا ہے ۔

نازیہ - نہیں امّی ... ہم تو پہلے کوئی اچھی سی

کہانی سُنیں گے آپ سے ۔

نعیم - ہاں امّی جان ... آپ نے وعدہ بھی کیا

تھا ... اب سُنائیے نا۔

امّی جان - اچھا بھئی ... یہ تو بتاؤ کون سی کہانی

سنو گے تم لوگ ۔

نازیہ - پریوں والی یا ...

نعیم - نہیں امّی جان پریوں دریوں والی نہیں،

آج تو کوئی ایسی کہانی سُنائیے جو معلوماتی بھی ہو اور

دلچسپ بھی ۔

امّی جان - اچھا نعیم تم یہ بتاؤ کہ سامنے کیلنڈر

میں مہینہ کون سا ہے ؟

نعیم - مارچ امّی جان ۔

امّی جان - اور سال کون سا ہے ؟

نعیم و نازیہ - ۱۹۸۹ء

امّی جان - تو پھر میں تمہیں آج اس مہینے مارچ

کے بارے میں بہت سی باتیں بتاتی ہوں ---

ٹھیک ہے نا۔ مگر پہلے یہ بتاؤ کہ یہ مارچ سال کا

کون سا مہینہ ہے ؟

نعیم - تیسرا ۔

امّی جان - اور اس مہینے میں کتنے دن ہوتے ہیں ؟

نازیہ - ۳۱، دن ۔

امّی جان - چلو یہ تو تم دونوں کو معلوم ہے کہ

مارچ سال کا تیسرا مہینہ ہے اور اس میں ۳۱، دن

ہوتے ہیں لیکن اس کا نام مارچ کیسے پڑا یہ میں تمہیں اب سمجھاتی ہوں ۔غور سے سنو۔

یہ بہت پُرانے زمانے کی بات ہے کہ ملک روم کے رہنے والوں نے اس مہینے کا نام "مارس" کے نام پر رکھا تھا اور اُس زمانے میں یہ سال کا پہلا مہینہ شمار ہوتا تھا۔

نازیہ - امی جان - یہ "مارس" کیا تھا ؟

امی جان - اچھا سوال کیا تم نے نازیہ . . . "مارس" کو پرانے زمانے میں روم کے رہنے والے اپنا "جنگ کا دیوتا" مانتے تھے - یہ اُن کی زرعی خوشحالی کا بھی ایک نشان تھا ۔اور اُن کی فوجی مہم کے لیے نیک شگون بھی سمجھا جاتا تھا

نعیم - مگر امی جان - پہلا مہینہ تو جنوری ہے یہ بدلا کیسے ؟

امی جان - ہاں بیٹا یہ ایسے ہوا کہ ایک پوپ گریگری گزرے ہیں جنہوں نے اپنے زمانے میں تمام پرانی روایتوں کو ختم کر کے ۱۵۸۲ء میں اپنا گریگورین کیلنڈر رائج کیا اور اس کے حساب سے جنوری کو سال کا پہلا مہینہ قرار دیا جو آج تک دنیا بھر میں رائج ہے۔

نازیہ - ہم مسلمانوں کے سال کا پہلا مہینہ تو محرّم ہے نا... امی جان ۔

امی جان - ہاں بھئی تم ٹھیک کہتی ہو۔ ہمارا پہلا مہینہ محرّم ہی سے شروع ہوتا ہے۔

نعیم - اور امی جان ہندی سال کا پہلا مہینہ ہم نے "چیت" پڑھا ہے ۔

امی جان - ہاں ہاں یہ بھی درُست ہے۔پُرانے زمانے میں ایک روایت یہ بھی تھی کہ مارچ میں پیدا ہونے والوں کے "برتھ اسٹون" بھی بنائے جاتے تھے جو سُرخ رنگ کے دھبّوں یا ڈوروں والے ہوا کرتے تھے نیلگوں و سبز رنگ کے بھی ہوتے تھے اور ایک مزے کی بات یہ ہے کہ بہار کا موسم بھی اسی ماہ سے شروع ہوتا ہے ۔

نازیہ - بہار کے موسم کی کیا پہچان ہے امی جان؟

نعیم - میں بتاؤں ؟

امی جان - اچھا بتاؤ۔

نعیم - ۲۱ مارچ سے بہار کا موسم شروع ہوتا ہے

نازیہ - یہ تو امی جان نے بتا ہی دیا۔ کون سی نئی بات ہے ۔

نعیم - نازیہ بھئی سنو تو بیچ میں مت بولو۔ اس موسم کی آمد پر درختوں پر رنگ برنگے پھُول کھلتے ہیں۔ نئی نئی پتّیاں، پودے نئی آب و تاب سے نمودار ہوتے ہیں۔ ماحول خوشبو سے مہک اُٹھتا ہے ۔

امی جان - واقعی یہ خوشبو بھرا موسم ہوتا ہے . . . خوشگوار ماحول ہوتا ہے ۔تم کو پتا ہے دُنیا بھر میں مارچ کے مہینے میں کتنی چھٹّیاں ہوتی ہیں۔

نازیہ - امی جان بتائیے نا... ہم بھی تو سُنیں

امی جان - پہلی مارچ کو دُنیا بھر میں "سینٹ ڈیوِس ڈے" منایا جاتا ہے۔

نعیم - یہ کون صاحب تھے ؟

امّی جان - بیٹا یہ ویلز کے ایک مقدّس بزرگ پادری تھے جنہوں نے بہت سارے چرچ بنائے تھے۔

نازیہ - اچھا پھر اس کے بعد -

امّی جان - پھر اس کے بعد ۱۷ مارچ کو "سینٹ پیٹرک ڈے" منایا جاتا ہے۔ اب تم پھر پوچھو گے یہ کون صاحب تھے۔ تو میں بتاتی چلوں کہ یہ آئرلینڈ کے ایک مقدّس بزرگ پادری تھے۔ ان کی دینی خدمات کے سلسلے میں یہ دن منایا جاتا ہے۔ اس دن یہاں کے لوگ اپنے قومی نشان کو سجاتے ہیں۔ اور سبز رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ اس کے فوراً بعد ۱۹ مارچ کا دن آتا ہے تو اس دن اٹلی میں "سینٹ جوزف ڈے" منایا جاتا ہے۔ اٹلی کے رہنے والے اس موقعے پر جگہ جگہ آگ روشن کرتے ہیں اور سارے دن اچھے اچھے کام کرتے ہیں۔

نازیہ - ۱۹ کے بعد اب ۲۳ مارچ کی باری ہے

امّی جان اُس دن ہمارے اسکولوں کی چھٹی ہوتی ہے۔

نعیم - صرف اسکولوں کی نہیں سارے دفاتر کی بھی اور پورے پاکستان میں -

امّی جان - ہاں بھئی - ۲۳ مارچ کا دن ہمارے پاکستان کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ لاہور شہر میں مینارِ پاکستان ہے نا۔

نازیہ و نعیم - جی ہاں امّی جان -

امّی جان جہاں اب مینارِ پاکستان بنایا گیا ہے وہ جگہ پہلے منٹو پارک کے نام سے جانی جاتی تھی - یہی وہ جگہ ہے جہاں پاکستان کے قیام سے پہلے ہمارے بزرگ رہنماؤں اور لیڈروں نے قراردادِ پاکستان پیش کی تھی - جمعہ کا مبارک دن تھا اور تاریخ ۲۳ مارچ تھی اِس محفل کی صدارت ہمارے پیارے قائدِ اعظمؒ محمّد علی جناح صاحب نے فرمائی تھی اور قرارداد مولوی فضل الحق صاحب نے پیش کی تھی -

نازیہ - پھر کیا ہوا امّی جان -

امّی جان - پھر یہ ہوا کہ اس قرارداد نے لوگوں کے دلوں کو شمع کی طرح روشن کر دیا اور انہوں نے حصولِ پاکستان کے لیے اپنی جدّوجہد تیز کر دی - اس جدّوجہد کی وجہ سے ایسا ہوا کہ ہمیں خدا نے یہ پیارا پاکستان دیا۔

نعیم - پہلے سارا ہندوستان ہی تھا نا! امّی جی -

امّی جان - ہاں بیٹے اب ہندوستان ہمارا پڑوسی مُلک ہے - شمالی ہندوستان میں بھی جب اس مہینے مارچ کا چودھویں کا چاند نظر آتا ہے تو تمام ہندو لوگ "ہولی" کا تہوار مناتے ہیں -

نازیہ - وہ کس طرح ؟

امّی جان - وہ اس طرح کہ تمام ہندو جگہ جگہ آگ جلاتے ہیں ایک دوسرے پر پچکاریوں سے رنگ برساتے ہیں، ناچتے گاتے ہیں، اچھے اچھے لباس پہنتے ہیں - عمدہ عمدہ کھانے پکاتے ہیں - یہ اُن لوگوں کا بہت بڑا تہوار ہوتا ہے -

اب دوسرے پڑوسی چین کا سنو۔ مارچ کے مہینے میں ہمارے چینی بھائی بھی چنگ منگ کا تہوار مناتے ہیں

نعیم - امّی جان وہ کیسے مناتے ہیں یہ تہوار۔
امّی جان - وہ اس تہوار کو روشنی کا تہوار کہتے ہیں۔ ان کے یہاں یہ پُرانے زمانے سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ وہ لوگ اس مہینے میں مختلف طریقوں سے مذہبی رسومات ادا کرتے ہیں، ان کا مقصدِ ادائیگی اپنی زمین کو زرخیزی اور مرے ہوئے لوگوں کی روح کو اناج کے ذریعے خوشی پہنچانا ہوتا ہے۔ عمدہ عمدہ کھانے پکاتے ہیں اور مقدّس درختوں کی شاخیں ایک دوسرے کو فخریہ پیش کرتے ہیں۔
نازیہ۔ امّی جان اب تو نیند آرہی ہے ہمیں۔
امّی جان - بس ایک تاریخ اور رہ گئی ہے وہ سُن لو پھر کہانی ختم۔
نعیم - امّی جان اسے سونے دیں آپ سُنائیں میں سُن رہا ہوں۔
امّی جان - ہاں بھئی نازیہ - یہ تاریخ ہے ۲۵ مارچ ... اس تاریخ کو تمام عیسائی جشنِ بشارتِ مسیح یا "لیڈی ڈے" کے طور پر مناتے ہیں یعنی اس دن حضرت جبرئیل نے بی بی مریم کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی تھی۔
نازیہ۔ بس امّی جان
امّی جان۔ اچھا بھئی اب سوجاؤ۔
نعیم و نازیہ۔ شب بخیر... امّی جان
امّی جان۔ شب بخیر۔

پانچویں مچھلی

"جی ہاں، یہ نئی ایجاد ہے میں اس آئینے کے ذریعے خوب دولت کماؤں گا۔" مچھیرا بولا۔
"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ آئینہ کس طرح کام کرتا ہے؟" پستہ قد نے پوچھا۔
"ضرور بتا سکتا ہوں مگر اسکے لئے آپ کو سو روپے دینا ہوں گے۔" مچھیرے نے کہا پستہ قد آدمی نے جذبۂ تجسّس سے مجبور ہوکر سو کا نوٹ مچھیرے کو دے دیا اور اس سے مچھلیاں پکڑنے کی ترکیب پوچھی چنانچہ مچھیرے نے بتایا "میں آئینے کا رخ پانی کی طرف کر دیتا ہوں، کوئی مچھلی قریب سے گزرتی ہے تو آئینے سے نکلنے والی شعاعوں سے گھبرا جاتی ہے اور میں اسے دبوچ لیتا ہوں۔"
"یہ تو احمقانہ بات ہے کہ تم اس طرح مچھلیاں پکڑتے ہو یہ بتاؤ آج تم نے کتنی مچھلیاں پکڑی ہیں؟" پستہ قد غصّے سے بولا۔
"تم پانچویں مچھلی ہو" مچھیرے نے اطمینان سے جواب دیا۔

مرسلہ: محمد جاوید خان، ماڈل کالونی، کراچی۔

سب سے بڑا اِنسان

کم سِن طلباء کے لیے
سیرتِ طیبہؐ پر لکھی گئی
شاہکار کتاب کا تعارف
جس نے صدارتی ایوارڈ حاصل کیا

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک ہستیؐ نے پوری عالمِ انسانیت کو متاثر کیا اور وہ بھی اس طرح کہ یہ سارے انسان اس ہستیؐ کے پیروکار ہیں، انؐ سے عشق کرتے ہیں، انؐ کے نام پر اپنی جانیں نچھاور کر دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ روزمرہ کی زندگی میں اور عبادات میں لاتعداد مرتبہ اس ہستی کا ذکرِ مبارک کرتے ہیں ان پر درُود و سلام بھیجتے ہیں ... تو یہ وہ لوگ ہیں جو آج کی دنیا کے باشندے ہیں لیکن ایسے ہی کروڑوں اربوں مسلمان چودہ سو سال سے اس ہستیؐ کے زیرِ اثر رہے ہیں اور محمدؐ کے دین پر قائم رہنے کے لیے انہوں نے ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کیں ... دنیا کے نامور مؤرخوں اور عالموں اور بڑے لوگوں نے بھی اس عظیم ہستی کو تاریخِ عالم کی عظیم ترین ہستی قرار دیا، حالانکہ وہ مسلمان بھی نہیں تھے۔ اور پھر ایسے ہی لکھوکھہا کروڑہا مسلمان ہوں گے جو آنے والی صدیوں میں بھی حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقلد اور عاشق ہوں گے ... اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا تاریخ میں ایسی کسی شخصیت کی مثال پیش کی جا سکتی ہے، جس کے حصے میں اتنی قدر و منزلت، ایسا احترام و عقیدت، ایسی جانثاری اور اطاعت شعاری آئی ہو ... یقیناً نہیں۔

تواب اگلی بات یہ ہے کہ اس بات کو بھول کر کہ ہم مسلمان ہیں کیا ہمیں اس پر غور نہیں کرنا چاہیئے کہ آخر اس عظیم ہستیؐ کے اعمال وخیالات میں، اخلاق وعادات میں، فضائل وکمالات میں وہ کون سا جادو پوشیدہ تھا جو آج تک سر چڑھ کر بول رہا ہے اور قیامت تک جس کے ذکر کا چراغ جلتا رہے گا۔ وہ ہستیؐ مبارک کیسی تھی؟ اس کی زندگی کیسی گزری؟ اس کے کارنامے کیا ہیں؟ اس کا پیغام کیا ہے؟ اس کے اثرات کیسے ہیں؟ یہ سوالات ہیں جن پر غور کرنا چاہیے اور جن کا تفصیلی اور واضح جواب معلوم ہونا چاہیے۔ سید نظر زیدی کی کتاب "سب سے بڑا انسان" ان سوالوں کا نہایت سادہ اور سچا جواب فراہم کرتی ہے۔

اس کتاب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا نہایت دلنشیں انداز میں اختصار کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور بعثت سے لے کر آخری عمر تک، اور تجارت کے پیشے سے دعوتِ اسلام پھیلانے اور پرچمِ اسلام لہرانے تک آپ کی زندگی کا ہر گوشہ، ہر پہلو آپ کی عظمت اور کارنامے سبھی کچھ اس ۱۹۰ صفحات کی کتاب میں سمٹ آئے ہیں۔ اس کا مطالعہ معلومات کو بڑھانے کا ذریعہ بھی ہے اور سعادت بھی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی تاریخ، اپنے انبیاء کرام، صحابہ کرام اور اپنے اسلاف کی شخصیتوں اور کارناموں کو نئی نسل تک منتقل کریں... یہ ایک مذہبی اور تہذیبی سرمایہ ہے جسے اس کے وارثوں تک پہنچنا چاہیئے... سید نظر زیدی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس فریضے کو بحسن وخوبی انجام دیا، کم عمر بچوں اور جوانوں کو یہ کتاب لازماً پڑھنی چاہیئے۔ اس کا ٹائٹل، کاغذ اور طباعت سبھی دیدہ زیب ہیں اور کتاب ذہن اور روح کو تروتازگی بخشنے کے ساتھ ساتھ نظر کو بھی روشن کرتی ہے۔

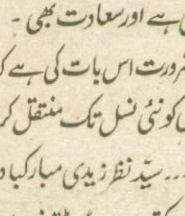

راہنما

۱۰۴ صفحات پر مشتمل

سچی قرآنی کہانیوں کا خوبصورت مجموعہ

قرآن کی یہ سچی کہانیاں بچوں کی تربیت میں نہایت اہم کردار ادا کر سکتی ہیں

اس کے حصول کے لیے ۱۰ روپے کا منی آرڈر یا ڈاک ٹکٹ ارسال کر دیجیے

طاہر مسعود

خواب کے بعد

○• بالآخر فیصل کو اپنے سوال کا جواب مل گیا •○

فیصل پانچ سال کا گھنگھریالے بالوں والا بچّہ تھا۔ ابھی اُس نے پوری طرح ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا۔ گھر والے اس سے بہت پیار کرتے تھے۔ فیصل کو یہ بات بہت اچھی لگتی تھی اس کے خیال میں گھر والوں میں بس ایک ہی خرابی تھی کہ وہ اس کے ہر سوال کا جواب نہیں دیتے تھے اور دیتے بھی کیسے فیصل کا دماغ تو سوالات تیار کرنے والی مشین تھا جس میں تمام وقت ایک لمبے سفید کاغذ پر سوالات ٹائپ ہو ہو کر نکلتے رہتے تھے جنہیں وہ اپنے امی، ابو، بڑے بھائی اور بہن کے سامنے پیش کرتا رہتا تھا۔ اکثر اُسے اپنے سوالوں کا جواب مل جاتا اور کبھی جواب میں جھنجھلاہٹ سے بھری ہوئی ڈانٹ ملتی، لیکن فیصل پھر بھی سوال کرنے سے باز نہیں آتا۔ گھر والوں کے نزدیک فیصل میں بھی ایک زبردست قسم کی خرابی تھی۔ وہ کسی جواب سے مطمئن

نہیں ہوتا تھا۔ ہر جواب کے بعد وہ ایک نیا سوال کر دیتا تھا۔ اور جب اس کا جواب دے دیا جاتا تھا تو پھر اُس میں سے وہ ایک نیا سوال پیدا کر دیتا۔ یہاں تک ایک ایسا مقام آجاتا جہاں اُس کے سوال کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا تھا۔ بس یہیں پر اُسے جھاڑ پڑتی۔ مسئلہ یہ تھا کہ فیصل کرتا بھی تو کیا؟ وہ سوال سوچ بچار کر یا جان بوجھ کر گھڑتا تو تھا نہیں، وہ خود بخود نہ جانے کس پُراسرار طریقے سے اس کے ذہن کے ٹائپ رائٹر پر ٹائپ ہو جاتے تھے۔ یہ سوالات کہاں سے آتے تھے؟ اُسے کچھ بھی تو نہیں معلوم تھا۔ پھر اُسے ڈانٹ کیوں پڑتی تھی؟ یہ ایک اور مسئلہ سمجھ سے بالاتر تھا۔

بات اتنی سی تھی کہ اُسے یہ دُنیا حیرت سے بھری ہوئی لگتی تھی۔ یہ دن اور رات کا نظام جس میں سورج کا نکلنا اور ڈوب جانا، چاند کا چمکنا اور اس کے بغیر چاروں طرف تاریکی کا چھائے رہنا، آسمان پر تاروں کا ہجوم ہونا اور صبح ہوتے ہی غائب ہو جانا یہ سب کچھ کیا تھا؟ اور کیوں تھا؟ وہ بہت حیران ہوتا تھا۔ شاید یہ معمّہ ہی تو تھا جس کی گتھیاں وہ ابھی تک نہیں سلجھا سکا تھا۔ خیر یہ باتیں اُسے ابّو نے سمجھا دی تھیں۔ کچھ تو اس کی عقل میں آگئی تھیں اور جو نہیں آئی تھیں ان کے سلسلے میں ابّو نے امید دلائی تھی کہ بڑے ہو کر یہ آپ ہی آپ سمجھ میں آجائیں گی، لیکن وہ بڑا کب ہوگا؟

کیا ایک صبح بیدار ہوتے ہی وہ دیکھے گا کہ اس کا قد بڑھ گیا ہے۔ پھر ایسی صورت میں تو اس کے سارے کپڑے چھوٹے پڑ جائیں گے اور جب اس کے دوست اچانک اُسے دیکھیں گے تو کیسے پہچان پائیں گے ... ہاں لیکن وہ بھی تو بڑے ہو چکے ہوں گے، پھر وہ اپنے دوستوں کو کیسے پہچانے گا... عجیب سا معاملہ تھا۔ معاملات تو اور بھی بہت سارے عجیب و غریب سے تھے۔ مثلاً یہی کہ ابّو امی سے مختلف کیوں تھے؟ اور عامر بھائی اور آسیہ باجی ایک جیسے کیوں نہیں تھے؟ وہ ہر ایک بات میں ایک دوسرے سے جُدا تھے۔ وہ دیکھتا تھا امی گھر میں رہتی ہیں اور ابّو دفتر جاتے ہیں۔ امی ساڑھی پہنتی ہیں اور ابّو کوٹ پہنتے ہیں، امی کے بال لمبے اور گھنے ہیں اور ابّو کے سر پر سرے سے بال ہی نہیں ہیں۔ عامر بھائی اور دوسرے مردوں کے سر پر تو خوب ڈھیر سارے بال ہوتے ہیں۔ پھر ابّو کے بال کہاں غائب ہو گئے۔ کیا وہ ناراض ہو کر چلے گئے؟ اس کا ذہن ایک نئے مسئلے میں اُلجھ کر ٹھوکریں کھانے لگتا اور جب ایسا ہوتا تو وہ گیلری میں چلا جاتا جہاں عامر بھائی نے پنجرے میں بہت سے رنگین پرندے پال رکھے تھے۔ وہ ان پرندوں سے باتیں شروع کر دیتا۔ پرندے اس کی باتیں تو شاید نہیں سمجھتے تھے یا سمجھتے تھے تو جواب نہیں دیتے تھے۔ لیکن ان کی چہچہاہٹ کو فیصل اپنی باتوں کا جواب ہی تصوّر کیا کرتا تھا۔

اُس نے پرندوں کے نام رکھ چھوڑے تھے پنکی، کیٹو، ثانی اور نہ جانے کیا کیا۔ وہ انہیں ان کے ناموں ہی سے پکارا کرتا لیکن پرندوں کو اپنے ناموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، ان کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ پرندے تھے اور خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔ انہی پرندوں میں ایک پرندہ شاوا تھا جو پچھلے مہینے پنجرے کے اندر مُردہ پایا گیا تھا۔ عامر بھائی کو شاوا کی موت کا بہت غم ہوا کیونکہ کسی دوست نے اُنہیں تحفے میں دیا تھا۔ البتہ فیصل کو بجائے صدمہ ہونے کے تعجب ہوا۔ اُس کے علم میں یہ بات پہلی بار آئی کہ زندگی کے علاوہ موت بھی کوئی شے ہوتی ہے۔ اُس نے دیکھا کہ عامر بھائی نے فلیٹ کے نیچے زمین پر تھوڑی سی مٹی کھودی اور شاوا کو دفن کرکے اُوپر سے پھر مٹی ڈال دی اور زمین ہموار ہوگئی۔ سہ پہر جب وہ گیلری سے کھڑا نیچے جھانک رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس وقت شاوا زمین کے اندر کیا کر رہا ہوگا تو محلّے کا ایک بچّہ دوڑتا ہوا وہاں سے گزرا فیصل نے اُوپر سے چیخ کر کہا

"اے وہاں سے مت گزرو، وہاں شاوا سو رہا ہے۔" بچّے نے اوپر دیکھا اور منہ چڑاتا ہوا چلا گیا۔

رات یہ مسئلہ فیصل نے ابّو کے سامنے اُٹھایا۔ ابّو نے ٹھہر ٹھہر کر دھیمے لہجے میں فیصل کو موت کی حقیقت سمجھائی اور اُسے بتایا کہ جنت کیا ہوتی ہے اور کس قسم کے لوگ جنت میں جاتے ہیں اور کیسے لوگ جہنّم کی غذا بنتے ہیں۔ اس نے ابّو کی باتوں پر یقین تو کر لیا لیکن ذہن پھر بھی اُلجھا رہا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ فوراً آسمان پر چلا جائے اور خود اپنی آنکھوں سے سارا منظر دیکھے، لیکن ظاہر ہے یہ ممکن نہیں تھا، اس کے لیے اتنا ہی بہت تھا کہ ابّو نے اس کے سارے سوالوں کے جواب محبّت سے دیے ورنہ اکثر تو اُسے بتانے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ آسیہ باجی کو اپنی دوستوں سے فرصت نہ تھی۔ عامر بھائی اپنے کھیل میں مگن رہتے تھے اور امّی کچن اور دوسرے گھریلو کاموں میں اُلجھی رہتی تھیں۔ اِدھر اس کا اپنا حال یہ تھا کہ ذہن میں سوال پیدا ہوتے ہی وہ فوراً جواب پانے کے لیے بے چین ہو جاتا تھا۔ ظاہر ہے یہ تو ممکن نہ تھا کہ فیصل میاں کے ساتھ سارا وقت ایک سیکریٹری ہوتا جو ان کے سوالوں کو نوٹ کرتا رہتا اور پھر رات کو جواب لکھ کر پیش کر دیا کرتا۔ گو ان کی خواہش کچھ اسی قسم کی تھی۔

اس شب وہ بستر پر دراز نہ جانے خیالات کی کن دنیاؤں میں بھٹک رہا تھا کہ یکایک اس کی نگاہ گھومتے ہوئے پنکھے پر چلی گئی۔ آخر یہ پنکھا کس طرح گھومتا ہے؟ وہ سوچنے لگا۔ بہت سوچنے پر بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا اور یہ لائٹ کس طرح جلتی ہے؟ ارے واہ! اس پر تو میں نے سوچا ہی نہیں اور یہ ٹی وی ... غرض سوالات کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ اُس نے گردن موڑی "ابّو، ابّو..."

"ضرور تمہیں کچھ پوچھنا ہوگا" امّی نے اُس کی بات کاٹ دی "ایک تو میں اس بچّے سے عاجز آگئی ہوں۔

جب دیکھو سوال، جب دیکھو سوال۔ پوچھنے کا بھی کوئی موقع محل ہوتا ہے۔"

"بُری بات" ابّو نے کہا "اس طرح نہیں جھڑکتے۔ ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ ہمارا بیٹا کچھ جاننا چاہتا ہے۔"

فیصل نے ابّو کی بات بہت غور سے سُنی۔ اُس نے نوٹ کیا کہ امّی خاموش ہوگئی ہیں۔ اُس نے سوچا "امّی مجھے خاموش کر دیتی ہیں اور ابّو، امّی کو چُپ کرا دیتے ہیں... آخر یہ کس طرح ہوتا ہے" ابھی وہ کچھ اور سوچنے ہی والا تھا کہ ابّو کی آواز آئی۔

"فیصل بیٹے!.. تم کیا پوچھنا چاہ رہے تھے...؟"

"ابّو میں پوچھ رہا تھا..." ایک دم اُس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ "وہ کیا پوچھنا چاہ رہا تھا" سوال ایک دم اُس کے ذہن سے اُڑن چھُو ہوگیا۔ ذہن پر بہت زور ڈالنے پر بھی یاد نہ آیا۔

"ابّو مجھے نیند آرہی ہے" اس نے کہا۔

"اچھا شاباش تم سو جاؤ۔"

رات فیصل کو عجیب منظر نظر آیا۔ وہ ہوا میں اُڑ رہا ہے اور بے شمار رنگ برنگے خوبصورت پرندے بھی اُس کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں۔ انہی میں شاوا بھی ہے... شاوا جو زمین میں دفن تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر اُسے پکڑنا چاہتا ہے لیکن اچانک اُسے محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی آواز دے رہا ہے۔ جھُک کر نیچے کیا دیکھتا ہے۔ فلیٹ کی ریلنگ سے امّی آواز دے رہی ہیں "فیصل نیچے آجاؤ... ورنہ گر جاؤ گے۔"

صبح آنکھ کھُلی تو اس نے اپنے آپ کو بہت تر و تازہ پایا۔ گیلری سے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں آ رہی تھیں اور دھوپ کی کرنیں دریچے سے سامنے کی دیوار کو روشن کر رہی تھیں۔ کمرہ خالی تھا۔ وہ دیر تک بستر پر پڑا رہا۔ پھر اُتر کر ننگے پاؤں چلتا ہوا کچن میں گیا۔ امّی توس گرم کر رہی تھیں۔ "اُٹھ گئے بیٹا!" انھوں نے شفقت سے کہا۔

"امّی! کیا میں اُڑ سکتا ہوں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں بیٹے! ہوا میں صرف پرندے اُڑ سکتے ہیں۔"

"لیکن امّی، رات میں ہوا میں اُڑ رہا تھا، میرے ساتھ بہت سے پرندے تھے، شاوا بھی تھا، وہ سب بہت خوبصورت تھے!!" اس نے تجسّس سے بتایا۔

"کیا؟" امّی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں پھر وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑیں۔

"اچھا تو تم نے خواب دیکھا ہے۔"

"یہ خواب کیا ہوتا ہے امّی؟"

"بیٹے خواب ہمیں اس وقت نظر آتے ہیں جب ہم سو رہے ہوتے ہیں؟"

"جب آنکھیں بند ہوتی ہیں۔" فیصل نے لقمہ دیا۔

"ہاں جب آنکھیں بند ہوتی ہیں۔"

"کیا ہم آنکھیں کھول کر خواب نہیں دیکھ سکتے...؟"

"آنکھیں کھول کر...!" امّی چکرا گئیں۔

فیصل کو خیال آیا کہ شاید اُس نے غلط سوال کر دیا ہے۔ کیونکہ اُسے اتنا تو معلوم ہو ہی گیا تھا کہ سوال وہی صحیح ہوتے ہیں جن کا جواب آسان ہو۔ ایسے سوالات جو اُلجھن میں ڈال دیں، جن پر سوچ بچار کرنا پڑے، عام طور پر درست نہیں ہوتے۔ اسی لیے کبھی کبھار ان پر ڈانٹ بھی پڑ جاتی ہے۔

"امّی مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"تم جھٹ پٹ منہ ہاتھ دھو لو۔ میں ابھی ناشتہ لاتی ہوں۔"

وہ باتھ روم میں گیا اور امّی کے سکھائے ہوئے طریقۂ کار کے مطابق اُس نے پائیدان کو کھسکا کر بیسن کے نزدیک کیا اور اس پر کھڑے ہو کر پانی کے دو تین چھپاکے جیسے تیسے چہرے پر مارے، انگلی سے دانتوں کو رگڑا۔ نیچے اُترتے ہوئے گیلے فرش پر پائیدان کھسکا اور وہ دھڑام سے چاروں شانے چت گر پڑا۔

رونے کی آواز سُن کر امّی بھاگتی ہوئی آئیں۔ کھُلے دروازے کی کنڈی لگنے سے فیصل کا سر پھٹ گیا تھا۔ اور خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ امّی نے حواس باختہ ہو کر اسے اُٹھایا، خون پر نظر پڑتے ہی وہ خود بھی رونے لگیں۔

فیصل کو زخم گہرا آیا تھا۔ ماتھے پر دو ٹانکے لگے۔ اس وقت وہ ابو کی گود میں بیٹھا تھا، لیکن اس کا ذہن اب تک صبح کے حادثے میں اُلجھا ہوا تھا۔ اس کے لیے یہ بات شاید اتنی اہم نہ ہو کہ اُسے کتنی سخت چوٹ آئی ہے وہ تو اسی کھوج میں تھا کہ وہ کیوں اور کیسے گرا۔ یکلخت رات کا خواب اس کی یادداشت میں روشن ہو گیا۔ وہ ہوا میں پرواز کر رہا ہے اور امّی منع کر رہی ہیں۔

"فیصل نیچے آجاؤ۔ ورنہ گر جاؤ گے۔"

مُسرّت کی ایک لہر اُس کی رگ و پے میں دوڑ گئی۔ وہ اٹھا اور خوشی سے امی کے بازوؤں سے لپٹ گیا۔

اپنی ننھی سی عمر میں یہ پہلا سوال تھا جس کا جواب اُس نے خود تلاش کیا تھا۔

"جملہ چست کیجیے"

"جملہ چُست کیجیے" میں ہمارے بہت سے ساتھیوں نے نہایت دلچسپ جملے ہمیں ارسال کیے۔ جنہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے قارئین میں حسِ مزاح وافر مقدار میں موجود ہے۔ منصفین کے فیصلے کے مطابق احمد رضا، لیاقت آباد کراچی کے فقرے کو انعام دیا جا رہا ہے۔ ان کا فقرہ تھا: "ہائے اللہ! ہمیں گدگدی مت کرو نا!"۔ چند دلچسپ جملے قارئین کی نذر ہیں۔

ساتھیوں کے ارسال کردہ بعض دلچسپ جملے

"تصویر بنوانے کا یہ انداز کیسا ہے؟" عباد علی سحر ناز۔ لاہور "کچا چبا جاؤں گا" ایم فاروق اعوان، کراچی۔
"جیسی شکل ویسی ہنسی" شہزاد حسین۔ چکوال "گدھے کے گدھے ہی رہے" ناصر علی مغل، حیدرآباد۔
"زندگی زندہ دلی کا نام ہے" سحر عالمگیر۔ راولپنڈی "میں ہنسوں تو دنیا ہنسے" سید قلب عباس، پسرور۔

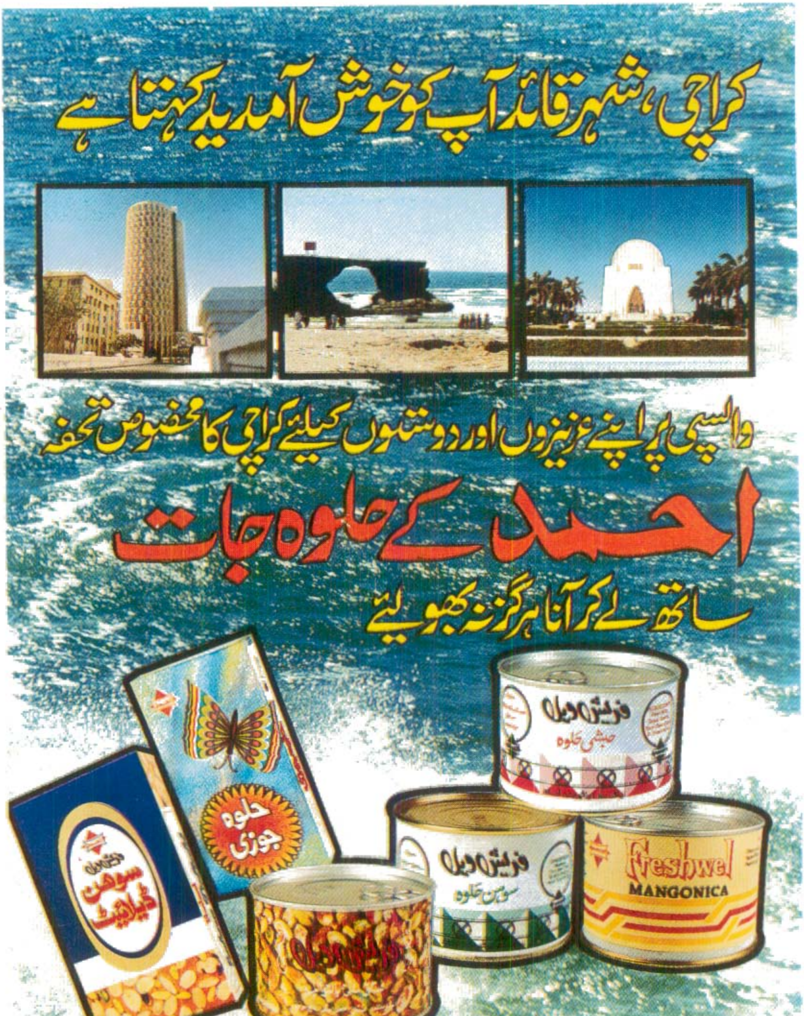
کراچی، شہر قائد آپ کو خوش آمدید کہتا ہے
واپسی پر اپنے عزیزوں اور دوستوں کیلئے کراچی کا مخصوص تحفہ
احمد کے حلوہ جات
ساتھ لے کر آنا ہرگز نہ بھولیئے
فریش ویل
حبشی حلوہ
حلوہ جوزی
سوہن ڈیلائیٹ
سوہن حلوہ
Freshwel
MANGONICA
MASS

انڈوں کے پیپر ویٹ

انڈوں کے خول کے شو پیس

انڈے اور انسانی نقش

انڈے کے خول پر منقش ڈیزائن

انڈے کی تجوری

گل کاری کا ایک خوبصورت شاہکار

دیسی انڈے، پاکستانی آرٹ

میری اسکیلس اپنے بنائے ہوئے خوبصورت
انڈوں کے ہمراہ

ملکہ الزبتھ کا پورٹریٹ

درازسمیت کھلنے اور بند ہونے والے انڈے

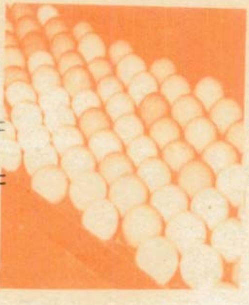

انڈے اور آرٹ

رُمیصا سلیم

یہ مضمون انڈوں کے نرخ میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے۔

انڈا اپنی جگہ خود ایک مجسّمۂ آرٹ ہے۔ ذرا غور تو کیجیے، انڈا نہ گول ہوتا ہے، نہ چوکور، نہ مثلث نہ مخمّس، بلکہ انڈا اپنی بناوٹ کے اعتبار سے دُنیا بھر کی اشیائے سے اس قدر مختلف ہے کہ لوگ مجبوراً اس سے ملتی جُلتی شکل کو بیضوی کہنے لگتے ہیں۔ یہ تو آپ کو پتا ہی ہے کہ بیضہ انڈے کو کہتے ہیں۔ ہم نے اب تک تو یہی سُن رکھا تھا کہ انڈا پروٹین سے پُر ایک غذا ہے، جو عموماً ناشتے میں کھایا جاتا ہے یا پھر یہ کہ بہت سے انڈوں پر مُرغی بہت دنوں تک مسلسل بیٹھی رہتی ہے تو اس میں سے ننھے ننھے چوزے نکل آتے ہیں۔

یہ بات تو ہمارے علم میں اب آئی کہ دُنیا میں ایسے باکمال لوگ بھی موجود ہیں جو انڈوں سے نہ تو بچّے نکالتے ہیں اور نہ ہی اُسے پکاتے ہیں، بلکہ انڈے کی بیرونی سطح پر ایسے نقش ونگار تخلیق کر دیتے ہیں کہ انڈا آرٹ کی دُنیا کا ایک نادر و نایاب نمونہ اور تخلیق کی دُنیا کا شاہکار مجسّم بن کر رہ جاتا ہے۔ آج ہم آپ کو ایسے ہی چند خوبصورت انڈے دکھا رہے ہیں۔ جنہیں انگلستان کی ایک باذوق خاتون میری اسکیٹس نے بڑی لگن اور محنت سے جمع کیا ہے۔ ان انڈوں میں ایک پاکستانی انڈا بھی شامل ہے جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان میں یقیناً کوئی ایسا انڈا شناس آرٹسٹ موجود ہے جو حُسنِ جمالیات کی دولت سے مالا مال ہے۔ انڈے کی ڈھلوان سطح اور محدود جگہ پر ایسے ایسے حسین نقش بنانا یقیناً کمال کی بات ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ کمال کی بات تو یہ ہے کہ بعض انڈوں کی بالائی سطح کو تیز آلات سے تراش کر عجیب و غریب شبیہیں اور پھول پتّیاں بنا دی گئی ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ ابھی تک مرغیاں اس بات سے ناواقف ہیں کہ اُن کے انڈے آرٹ کی دنیا میں قدم رکھ چکے ہیں، اور شاید پولٹری فارم کے مالکان بھی اس سے لاعلم ہیں۔ ورنہ بعید نہیں کہ مُرغیاں نخروں کے ساتھ انڈے دینے لگیں، اور انڈے بیچنے والے انڈوں کے نرخ بڑھا دیں۔

شین فاروقی

شیر کو زندہ کرنے والے

کسی زمانے میں ہندوستان کے ایک گاؤں میں چار برہمن رہتے تھے۔ چاروں نہایت عالم فاضل اور آپس میں گہرے دوست تھے۔ ان میں سے تین بہت مشہور عالم تھے لیکن ان تینوں کے پاس کامن سینس یعنی عام سمجھ بوجھ بالکل نہیں تھی۔ جبکہ چوتھا عالم فاضل تو نہیں تھا البتہ اس کے پاس عام سمجھ بوجھ بہت تھی۔

ایک دن چاروں دوست بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے: "بھلا اتنے علم کا کیا فائدہ ہے اور پھر اس علم پر فخر کرنا تو اُس وقت تک بے کار ہے جب تک ہم دُور دراز کا سفر اختیار کر کے بادشاہوں کو اپنے علم سے متاثر نہ کریں اور بدلے میں انعام واکرام حاصل نہ کریں۔ بس بہت ہوا۔ اب ہمیں اپنے علم سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے سفر پر نکل جانا چاہیئے!"

چنانچہ وہ چاروں سفر پر روانہ ہوگئے۔ ابھی وہ گھر سے تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ اُن میں سب سے بڑی عمر والے عالم نے کہا۔

"ہم چاروں میں سے چوتھا تو احمق ہے۔ اس کے پاس عام سمجھ بوجھ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ بھلا عام سمجھ بوجھ کے بل پر کسی بادشاہ کی توجہ کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟ اس کے لیے تو آدمی کا عالم فاضل ہونا

ضروری ہے ۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ ہم اپنی آمدنی میں اُس کو حصّے دار نہیں بنائیں گے ۔ کیوں نہ ہم اسے گھر واپس بھیج دیں ؟"

یہ سُن کر دوسرے عالم فاضل برہمن نے عام سُوجھ بُوجھ رکھنے والے اپنے دوست کی جانب رُخ کیا اور بولا ۔

"یہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے ۔ برائے مہربانی تم گھر جاؤ" لیکن تیسرے نے کہا ۔

" بھلا یہ بات کرنے کا کیا طریقہ ہوا ؟ آخر ہم چاروں مدّتوں سے دوست ہیں ۔ ہم نے اپنا بچپن ایک ساتھ کھیل کُود کر گزارا ہے ۔ چنانچہ ہمیں اپنے دوست کو یُوں چھوڑ کر نہیں جانا چاہیئے ۔ میرے خیال میں ہمیں اپنی آمدنی میں اِسے ضرور حصّے دار بنانا چاہیئے "

بالآخر اس بات پر سب متفق ہو گئے اور انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا ۔ چلتے چلتے وہ ایک جنگل میں جا پہنچے ۔ جنگل میں اُنہیں ایک مُردہ جانور کی ہڈّیاں پڑی ہوئی دکھائی دیں ۔

اُن میں سے ایک عالم نے کہا

" قدرت نے ہمیں اپنے علم کے مظاہرہ کا ایک اچھا موقع فراہم کر دیا ہے ۔ یہ دیکھئے یہ کسی جانور کی ہڈّیاں پڑی ہیں ۔ آئیے ہم اپنے علم کے ذریعے اس جانور کو زندہ کر کے دکھائیں "

" میں اپنے علم کے ذریعے ان بکھری ہوئی ہڈّیوں کو اکٹھا کر کے ایک سالم ڈھانچے میں تبدیل کر سکتا ہوں " پہلے برہمن نے کہا ۔

" میں اس ڈھانچے کو گوشت، خون اور کھال دے سکتا ہوں " دوسرے نے اعلان کیا ۔

" اور میں اس میں زندگی دوڑا سکتا ہوں " تیسرا بولا ۔

چنانچہ پہلے برہمن نے بکھری ہوئی ہڈّیوں کو سالم ڈھانچے میں تبدیل کر دیا ۔ جبکہ دوسرے نے اُس ڈھانچے کو گوشت، خون اور کھال مہیّا کر دی ۔ جب تیسرے برہمن نے اُس میں زندگی دوڑانے کے لیے اپنا کام شروع کیا تو اُن کا جو تھا عام سمجھ بوجھ رکھنے والا دوست اُن سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا ۔

" میرے عزیز اور عالم فاضل دوستو ! میری عام سمجھ بوجھ مجھے بتا رہی ہے کہ یہ ڈھانچہ ایک شیر کا ہے چنانچہ میرا مشورہ ہے کہ تم اسے زندہ نہ کرو ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ یقیناً ہم سب کو کھا جائے گا "

تینوں دوست یہ سُنتے ہی غصّے سے آگ بگولہ ہو گئے ۔

" ہونہہ ... احمق " تینوں نے ایک زبان ہو کر کہا ۔

" کیا تم ہمیں یہ بتانا چاہتے ہو کہ تم ہم سے زیادہ جانتے ہو؟"

" نہیں دوستو یہ بات نہیں، میں تو صرف وہی جانتا ہوں جو میری عام سمجھ بوجھ مجھے بتاتی ہے" چوتھے نے انکساری سے کہا۔

" البتہ اگر آپ لوگ اسے زندہ کرنے کا پکّا ارادہ کیے ہوئے ہیں تو برائے مہربانی مجھے درخت پر چڑھ جانے دیں" چوتھے نے یہ کہا اور پاس ہی موجود ایک درخت پر چڑھ گیا۔

جیسے ہی چوتھا برہمن درخت پر چڑھا۔ تیسرے نے اپنے علم کے زور سے شیر کو زندہ کر دیا۔ زندہ ہوتے ہی شیر زمین سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور تینوں عالم فاضل دوستوں کو کھا گیا۔

جب شیر وہاں سے چلا گیا تو عام سمجھ بوجھ رکھنے والا برہمن درخت سے اُترا اور اپنے گھر چلا گیا۔

فضاؤں میں آنکھ مچولی

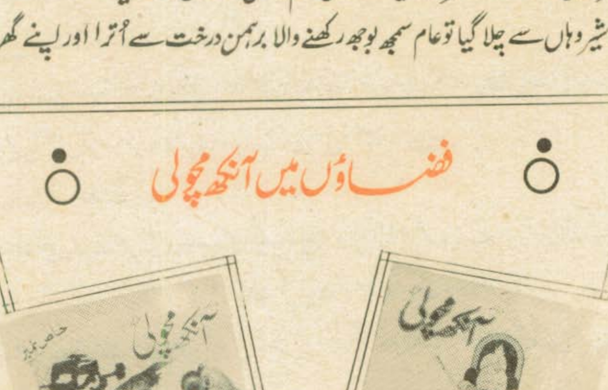

کبھی ہوائی سفر کا اتفاق ہو اور حُسنِ اتفاق سے یہ سفر پی آئی اے کے کسی خوبصورت سے طیّارے کے ذریعے ہو تو آپ یہ بات مت بھُولیے کہ اس جہاز میں آپ کا پسندیدہ ماہنامہ آنکھ مچولی بھی آپ کا ہم سفر ہے۔ آپ دورانِ سفر مطالعے کے لیے فضائی میزبانوں سے آنکھ مچولی طلب کر سکتے ہیں۔

گھر ہو یا سفر آپ کا ہم سفر " آنکھ مچولی"

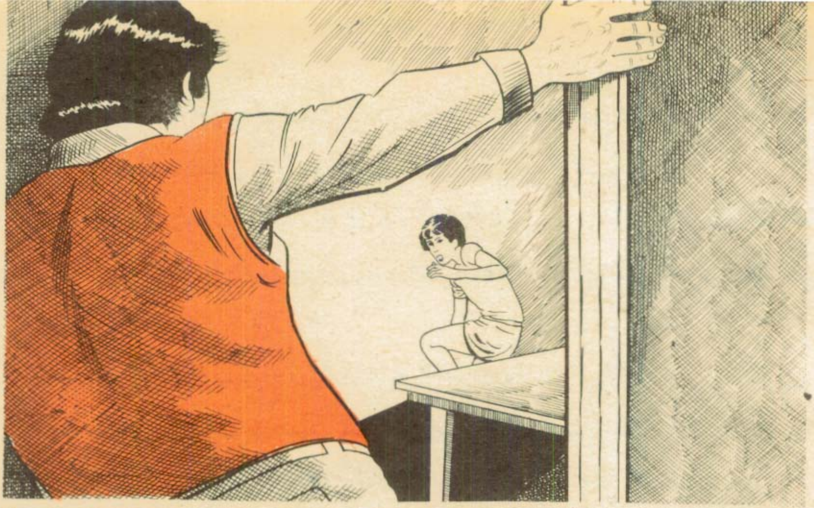

ننھا فرشتہ

محمّد پرویز آرائیں

بچّے کی معصوم باتوں نے
منگو دادا کے پتھر دل کو موم کر دیا

منگو دادا کے قدم لڑکھڑا رہے تھے کہ اُسے ایک ٹھوکر لگی اور وہ گرتے گرتے بچا۔ بڑی مشکل سے اُس نے اپنا توازن برقرار رکھا تھا۔ خود کو تو اُس نے سنبھال لیا مگر ایک چیخ سُن کر وہ چونک پڑا۔ وہ کسی بچّے کی چیخ تھی۔ اس نے نیچے دیکھا فٹ پاتھ پر ایک پانچ چھ سال کا بچّہ سہما ہوا بیٹھا تھا۔ اس نے ایک میلی سی چادر اپنے اوپر لپیٹ رکھی تھی اور سرہانے ایک چھوٹا سا صندوق تھا۔

"کون ہو تم؟" اُس نے بچّے کو اُٹھا لیا اور روشنی میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ مگر دوسرے ہی لمحے وہ چونک پڑا۔ یہ وہی بچّہ تھا جس کی اُسے تلاش تھی۔ جس کی اس کے پاس تصویر تھی جس کو قتل کرنے کے لیے اُسے دس ہزار روپے ملے تھے۔ اُس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ بچّہ اُسے یہاں ملے گا۔

"میرا نام عمر ہے۔" بچّہ گھبرائے انداز میں بولا۔

"میں جانتا ہوں ....." منگو دادا بھدّے انداز میں ہنسا اور دکھاوٹی پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"میں تمہیں ہی تلاش کر رہا تھا۔"

"آپ مجھے میرے چچا کے پاس تو نہیں لے جائیں گے؟" بچّہ سہمے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"ارے نہیں ہم تمہیں اپنے گھر لے جائیں گے وہاں تمہیں کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں نا؟ آپ مجھے ماریں گے نہیں نا؟" عمر نے پھر پوچھا۔

"نہیں، نہیں ماروں گا۔ میرے ساتھ چلو گے؟" منگو دادا بولا....

"ہاں" عمر بولا .... "سڑک پر اکیلے میرا جی بہت ڈرتا ہے۔" وہ منگو دادا کے ساتھ چل پڑا۔ اس نے اپنی صندوقچی اور چادر اُٹھا لی تھی۔ منگو دادا بے حد خوش تھا۔

جس بچے کی تلاش کے لیے وہ کئی مہینے مارا مارا پھر رہا تھا۔ آج وہ اُسے مل گیا سڑک پر۔ اس بچے کو قتل کرنے کے لیے اُس کے چچا نے اُسے دس ہزار روپے دیے تھے۔ عمر ایک لکھ پتی باپ کا بیٹا تھا۔ بچپن میں اُس کی ماں مرگئی تھی۔ اور کچھ ماہ قبل اُس کے والد کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔ اس کی دیکھ بھال کی ذمّے داری اس کے چچا پر آ ئی تھی۔ مگر اس کا چچا بڑا ہی عیار اور ظالم تھا۔ عمر کے ابا کی وصیت تھی کہ اس کا چچا اس کے بالغ ہونے تک اس کی دیکھ بھال کرے عمر کے بالغ ہونے کے بعد وہ ساری جائیداد اس کے حوالے کر دے اگر اس درمیان عمر کو کچھ ہوگیا تو اس کی ساری جائیداد کا مالک اس کا چچا ہوگا۔ دولت کی چمک نے عمر کے چچا کی نیت خراب کردی۔ وہ عمر پر بے حد ظلم کرنے لگا۔ جس سے گھبرا کر عمر گھر سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کا چچا یہی تو چاہتا تھا۔ پولیس کو اس نے رپورٹ لکھا دی کہ کچھ بدمعاش عمر کو اُٹھا کر لے گئے فوراً عمر کو تلاش کیا جائے۔ پولیس تو عمر کو تلاش کر رہی تھی۔ ادھر اس کے چچا نے منگو دادا کو دس ہزار روپے دیے کہ عمر جہاں بھی ملے اُسے قتل کر کے سڑک پر پھینک دے۔ پولیس کو عمر کی لاش ملے گی تو وہ سمجھے گی کہ بدمعاشوں نے اُسے قتل کر دیا ہے۔ اور اس طرح بڑی آسانی سے وہ جائیداد کا مالک بن جائے گا۔ منگو دادا کو ان باتوں سے کیا لینا تھا۔ اُسے پیسہ مل گیا تھا اور اب لڑکا بھی۔ وہ اپنا کام ختم کر کے جلدی سے فارغ ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے عمر کو اپنے گھر لے جا رہا تھا۔

"اب تم یہ بتاؤ اپنے گھر سے کیوں بھاگے؟" گھر پہنچنے پر اس نے گھورتے ہوئے عمر سے پوچھا۔

"میرے چاچا مجھے مارتے تھے۔" عمر معصومیت سے بولا۔

"وہ بڑے ظالم ہیں۔ آپ مجھے نہیں ماریں گے نا؟"

"وہ تو بعد میں دیکھا جائے۔" منگو دادا اپنے ہونٹ کاٹتا ہوا بولا۔ "تو نے مجھے بہت پریشان کیا۔ تما دو مہینے سے تو کہاں تھا؟ کس طرح تو نے اپنے دن گزارے۔"

"چاچا مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے۔" عمر بولا۔ "اس لیے میں گھر سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور ایک ریل میں بیٹھ کر دُور چلا آیا۔ مجھے بھوک لگی مگر میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ میں کسی کو اپنے بارے میں بتلانا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ کہیں مجھے پکڑ کر میرے چاچا کے پاس نہ لے جائیں۔ میں بھیک مانگنا نہیں چاہتا تھا، کیونکہ ذلّت کی روٹی کھانے سے بھوکا رہنا بہت اچھا

ہے ۔میں نے ایک کپڑا لیا اور ٹیکسیاں کاریں صاف کرنے لگا۔ لوگ خوش ہو کر جو پیسے دیتے تھے اُن سے اپنا پیٹ بھر لیتا۔"

"اوہو...،" دادا حیرت سے اس چھوٹے سے بچے کو دیکھنے لگا۔ اس بچے کے خیالات کتنے بلند تھے۔

"رات کسی کوٹھی کے آنگن میں سکڑ کر سو جاتا۔ کچھ لوگ ترس کھا کر مجھے سونے کو جگہ دے دیتے۔ کچھ چور سمجھ کر بھگا دیتے مگر میں چور نہیں ہوں میں نے طے کر لیا تھا۔ اپنی محنت کا ہی کھاؤں گا۔ نہیں تو بھوکا سو جاؤں گا۔"

منگو دادا حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس چھوٹے سے بچے کو دیکھنے لگا۔

"پھر میں نے بوٹ پالش سیکھی اور اب بوٹ پالش کرتا ہوں اور اس سے جو ملتا ہے اس سے اپنا پیٹ بھرتا ہوں۔"

"ہوں...،" دادا نے ایک طویل سانس لی۔"جانتا ہے تو میں تجھے یہاں کیوں لایا ہوں؟"

"کیوں؟" عمر نے پوچھا؟

"تجھے قتل کرنے کے لیے۔"

"قتل" عمر کانپ اُٹھا" آپ مجھے قتل کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"

"تیرے چاچا نے تجھے قتل کرنے کے لیے مجھے دس ہزار روپے دیے ہیں۔"

"آپ کو اتنے پیسے کس لیے چاہئیں؟"

"پیٹ بھرنے کے لیے"

"پیٹ بھرنے کے لیے اتنے پیسوں کی کیا ضرورت ہے۔" عمر بولا۔" تھوڑے سے پیسے سے بھی آپ اپنا گزارہ کر سکتے ہیں۔ اور آپ ان پیسوں کے لیے اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں۔ آپ اتنے بڑے ہیں۔ اگر محنت مزدوری بھی کریں تو آپ کو اتنے پیسے مل سکتے ہیں جس سے آپ کا پیٹ بھر سکے۔"

عمر کی بات سُن کر منگو دادا کانپ اُٹھا۔ عمر کا کہا ایک ایک لفظ تیر کی طرح اس کے دل میں اُتر رہا تھا۔ عمر اس وقت ایک فرشتے کی طرح اس کے سامنے تھا۔

"میرے بیٹے،" منگو دادا عمر کے پاس دو زانو بیٹھ گیا۔" تو سچ کہتا ہے۔ مگر میں ایسا کیوں ہوں؟"

"تم بہت اچھے ہو منگو دادا۔ اگر تم اچھے آدمی نہ ہوتے تو میں کبھی تمہارے ساتھ نہ آتا۔" عمر نے اس سے کہا۔

منگو دادا کی آنکھیں بھر آئیں۔ اسے زندگی میں پہلی بار کسی نے اچھا کہا تھا۔ کسی نے پہلی بار نہایت معصومیت سے اس پر اعتماد کیا تھا۔ ورنہ اس کی تو ساری زندگی ذلت و رسوائی میں گزری تھی۔ بچپن مار اور گالیاں کھاتے گزرا تھا اور بڑے ہو کر تھانے اور حوالات کے چکر لگاتے دن گزر رہے تھے۔

منگو دادا جُھکا اور اُس نے پیار سے ننھے عمر کی پیشانی چوم لی۔

پھر اُس نے کہا

احمد حاطب صدیقی

یہ قصہ سُنایا ہے "موتی" نے کل ۔۔۔ ذرا میں نے سوچا کہ گھر سے نکل
کروں ساتھ والے محلّے کی سیر ۔۔۔ "ڈنر" کر کے کروں ذرا سی ٹہل
یونہی دوڑتا، دُم ہلاتا ہوا ۔۔۔ چلا اپنی اِن چار ٹانگوں کے بَل
اچانک مچا ایک "بھَئو بھَئو" کا غُل ۔۔۔ دیا میں نے گھبرا کے رستہ بَدل
مگر جس طرف کو بھی بھاگوں اُدھر ۔۔۔ میرے بھائیوں کے بڑھیں دَل کے دَل
کوئی غُرّایا "اِدھر تو کدھر؟" ۔۔۔ "دیا اس علاقے میں کیسے دَخل؟"
کوئی یہ کہے کہ "پکڑ لو اِسے" ۔۔۔ کوئی چیختا تھا کہ "کر دو قتل"
کہا دُم دبا کر کہ "بھائی ہوں میں" ۔۔۔ "مناسب نہیں آپ کا یہ عمل"
"فقط اس لیے آگیا اِس طرف ۔۔۔ کہ شاید طبیعت ہی جائے بہل"

"بھلا میرے آنے سے لے بھائیو! تمہارے سکوں میں پڑا کیا خلل؟
یہ سُنتے ہی غرّا کے بھونکا مجھے لگے ڈانٹنے کہ "ابے... چل بے چل"
کوئی مجھ سے لڑنے کو کُشتی بڑھا کوئی کہہ کے لپکا کہ "لے اب سنبھل"
اگرچہ بہت "قاؤں قاؤں" کیا نہ رحم آیا مجھ پر اُنھیں ایک پل
کہا دل میں "موتی بُرا تو پھنسا" "بس اب تو یہاں سے کسی طور ٹل"
"جھکائی" ذرا دائیں بائیں کو دی لچک کر کمر کو دیا ایک بَل
اُچھل کر جو بھاگا ہوں سرپٹ تو بس لگے جھانکنے سارے اپنی بغل
تو اِس طرح سے جان میری بچی خدا نے کیا مجھ پہ اپنا فضل
کہا میں نے "موتی کہوں ایک بات؟" "نہ آئے اگر تیرے ماتھے پہ بَل"
"ہمیشہ سے کتوں کی خصلت ہے یہ کہ آپس میں کرتے ہیں جنگ وجدل"
مری بات سُن کر مرے دوستو! لگا دیکھنے موتی میری شکل
پھر اُس نے کہا "آپ انسان بھی تو کرتے ہیں آخر ہماری نقل".

Goldfish
Deluxe Pencil

حقیر سی لکیر

حقیر سی لکیر سے اعلیٰ تحریر تک
ہر قدم، ہر مرحلے پر آپ کی ساتھی

گولڈ فش ڈیلکس پنسل

SHAHSONS (PVT) LIMITED
D-88 S.I.T.E. MANGHOPIR ROAD, KARACHI-16.
PHONE: 293451

جہاں چلے، رواں چلے

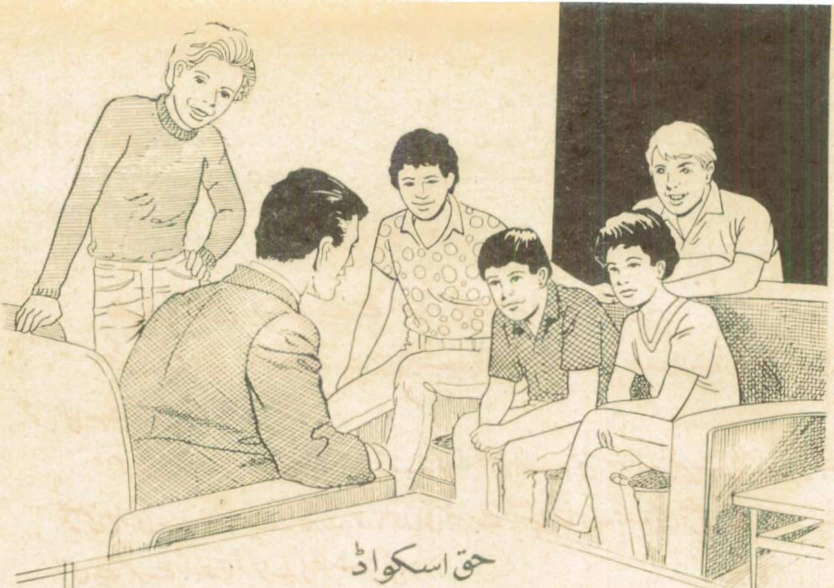

حق اسکواڈ

اخلاق احمد

پہلی آزمائش

انہوں نے سوچا بھی نہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا . . . . ؟

حق اسکواڈ کے ارکان ایک دن اپنے غار میں بیٹھے گپ مار رہے تھے ۔ شہریار نے کہا کہ آج دوپہر ہیڈ کوارٹر کی طرف آتے ہوئے اُسے ایسا لگا جیسے کوئی اُسے دیکھ رہا ہو ۔ وہ اس دیوار کے پاس بھی گیا جہاں سے اُسے کوئی دیکھ رہا تھا مگر وہاں سگریٹ کے ایک جلے ہوئے ٹکڑے کے علاوہ کچھ نہ تھا ۔ شہریار کی بات مذاق میں اُڑادی گئی ۔ مگر اگلے روز خود سرفراز بوکھلایا ہوا آیا اور اس نے بالکل یہی کہانی دہرائی ۔ شہریار نے کہا کہ وہ رات کو خود اُدھر آکر معاملے کا پتہ لگانے کی کوشش کرے گا ۔ حق اسکواڈ کے بقیہ ارکان نے طے کیا کہ وہ شہریار کو بتائے بغیر اس کے پیچھے جائیں گے تاکہ کسی ہنگامی صورتِ حال میں اس کی مدد کر سکیں ۔ رات کے وقت شہریار اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف چلا ۔ اس ٹوٹی ہوئی دیوار کے قریب پہنچ کر اُسے آہٹ سُنائی دی ۔ اس نے پلٹ کر دیکھا ۔ ایک خوفناک چہرہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ اُس نے چیخنا چاہا مگر پہلی چیخ کے بعد دوسری چیخ کی مہلت نہ ملی ۔ کوئی سخت چیز اُس کے سر سے ٹکرائی اور وہ بے ہوش ہو گیا ۔ اِدھر حق اسکواڈ کے بقیہ ارکان نے جب شہریار کی چیخ سُنی تو وہ اُس طرف تیزی سے بھاگے ۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ کی کار تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی ۔ اُدھر شہریار کو ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں قید تھا ۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک لمبا چوڑا نقاب پوش اندر داخل ہوا۔ اُس نے شہریار سے کہا کہ وہ اپنے حق اسکواڈ کے ذریعے دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانا بند کر دیں اس کے عوض اُس نے ڈھیروں روپوں کی پیش کش کی مگر شہریار نے اس کی یہ پیش کش سختی سے ٹھکرا دی۔ اس پر نقاب پوش نے ریوالور نکال لیا مگر چند لمحے بعد اُس نے اپنا نقاب اُلٹ دیا۔ وہ علاقے کا نوجوان تھانے دار انسپکٹر سکندر تھا۔ وہ اُسے اپنے کمرے میں لے آیا، ادھر حق اسکواڈ کے بقیہ اراکین بھی تھانے آ چکے تھے۔ اس نے ان کو بتایا کہ پولیس کے محکمے کو ذہین لوگوں کی ضرورت رہتی ہے اور اگر حق اسکواڈ پولیس کی مدد کرے تو جرائم کی تعداد میں کمی کی جا سکتی ہے۔ حق اسکواڈ نے پولیس کو اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ اب حق اسکواڈ ایک نئے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے

ھیڈ کوارٹر میں وہ چاروں بیٹھے تھے، ضیاؔ، شہزاد، سرفراز اور شہریار۔

شہریار کہہ رہا تھا "بات ویسے ہے بڑی عجیب، پولیس والوں نے ہم سے مدد طلب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔۔۔"

"اس میں عجیب بات کیا ہے؟" سرفراز نے کہا "بھئی ہمارے حق اسکواڈ کی شہرت بڑھتی جا رہی ہے۔ پھیلتی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے کارناموں کی شہرت انسپکٹر صاحب تک بھی پہنچی ہوگی۔ انہوں نے اسی لیے ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔"

ضیاؔ نے کہا "ایک اعتبار سے یہ شہرت اچھی نہیں ہے۔"

"وہ کیسے۔۔۔؟" شہزاد نے پوچھا۔

"وہ ایسے کہ شہرت کا مطلب ہے مشہوری۔ جو بات انسپکٹر صاحب کو پتا چل گئی، وہ سب ہی کے علم میں ہوگی، اس کی وجہ سے مجرم بھی ہوشیار ہو جاتے ہوں گے، سمجھ رہے ہو نا۔۔۔؟ بھائی مجرموں کو بھی تو پتہ چل گیا ہوگا۔۔۔"

"کیا فضول بات ہے یار۔۔۔" سرفراز نے سر جھٹک کر کہا۔۔۔ "ہم کوئی اتنے بڑے لوگ تھوڑی ہیں کہ ہماری شہرت مجرموں تک پہنچ جائے۔ حق اسکواڈ بھی کوئی بہت مشہور تنظیم نہیں ہے۔"

شہریار نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔۔۔ "تم لوگ بحث بند کرو تو میں تمہیں ایک اہم بات بتاؤں۔۔۔"

"بتاؤ۔۔۔" سرفراز نے کہا۔۔۔ "ویسے مجھے یقین ہے کہ تم کوئی عام سی بات سنسنی خیز انداز میں بتاؤ گے تاکہ وہ اہم بات لگنے لگے۔"

شہریار نے کہا "انسپکٹر صاحب نے کل صبح بلایا ہے۔"

سرفراز اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ "ویری گڈ۔۔۔"

"آرام سے بیٹھ جاؤ" شہریار نے کہا۔۔۔ "انسپکٹر صاحب صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ اور اُن کے عملے کے اہم سپاہی مل بیٹھ کر بعض اہم معاملات پر ہم سے بات چیت کر لیں۔ اُن کا خیال ہے کہ یہ بات فی الحال

رازہی رہنی چاہیے ...۔"

"کون سی بات ؟" شہزاد نے سر کھجا کر کہا۔

"یہی کہ پولیس حق اسکواڈ کی مدد لینے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ انسپکٹر صاحب چاہتے ہیں کہ ایک تو ہم لوگ اس بات کا کسی سے ذکر نہ کریں، اور دوسرے جب انسپکٹر صاحب ہم سے رابطہ قائم کریں تو اُس وقت بھی احتیاط سے کام لیا جائے۔ سب پولیس والوں کو بھی اس کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ انسپکٹر صاحب نے بھی یہ بات اپنے خاص خاص اور اہم ساتھیوں تک محدود رکھنے کا فیصلہ کیا ہے ...۔"

سرفراز نے کہا: "انسپکٹر صاحب بات کو خواہ مخواہ سنسنی خیز بنا رہے ہیں۔ بھلا اس میں چھپانے یا راز رکھنے کی کیا بات ہے ؟"

شہریار بولا: "انسپکٹر صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ان معاملات میں راز داری کتنی ضروری ہوتی ہے۔"

"مجھے کچھ اندازہ نہیں ہے۔" سرفراز نے منہ بنا کر کہا: "اور تمہیں ہر اندازہ ہے۔ آخر تم مجھے اتنا بے وقوف کیوں سمجھتے ہو...؟"

شہریار ہنسا: "اس لیے کہ تم سچ مچ بے وقوف ہو۔"

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ باہر سے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ چاروں اچانک چوکنے ہو گئے ...!!

"کون ہے... ؟" ضیا نے بلند آواز میں پوچھا۔

باہر سے آواز آئی: "میں ہوں جی سپاہی گوگا، تھانے دار صاحب نے بھیجا ہے۔"

"اندر آ جاؤ..." ضیا نے کہا۔

اندر داخل ہونے والے سپاہی کو دیکھ کر ان کے منہ حیرت سے کھُلے کے کھُلے رہ گئے۔ اتنا موٹا سپاہی انہوں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے جھومتا ہوا ان کے غار نما ہیڈ کوارٹر کے اندر داخل ہوا اور ان کے سامنے کسی پہاڑ کی طرح آ کر کھڑا ہو گیا۔

"تھانے دار صاحب نے آپ لوگوں کو بلایا ہے جی۔" اس کی آواز اس کے بھاری بھر کم بدن کے مقابلے میں بہت باریک تھی: "انہوں نے کہا تھا کہ چاروں کو اپنے ساتھ ہی لے آنا۔"

"کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا... ؟ سپاہی لوٹا..." سرفراز نے پوچھا۔

"نہیں جی ..." اس نے اپنی جہازی توند پر پتلون اُوپر کھسکاتے ہوئے کہا۔ "سپاہی گوگا نام ہے میرا، بڑا مشہور سپاہی ہوں جی۔ بڑے بڑے کیس میں نے یوں حل کر دیے ہیں۔" اُس نے چٹکی بجا کر کہا

"واہ بھئی واہ۔" ضیا نے سپاہی گوگا کو اُوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "اچھا یہ تو بتاؤ کہ تھانیدار صاحب نے کیوں بلایا ہے ...؟"

سپاہی گوگا نے کہا "پتا نہیں کیا چکّر ہے۔ ایک ٹیلیفون آیا تھا۔ تھانیدار صاحب نے ٹیلیفون سنتے ہی کہا کہ اُن لڑکوں کو فوراً بلا لاؤ۔ فٹافٹ۔" اُس نے پھر چٹکی بجائی۔

شہر یار اُٹھ کھڑا ہوا۔ "میرا خیال ہے کہ ہمیں واقعی فٹافٹ پہنچ جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ مسئلہ سنگین ہو۔"

پہلے سپاہی گوگا مڑ کر ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلا۔ پھر وہ چاروں اس کے پیچھے چل پڑے۔

تھانے میں انسپکٹر سکندران کا انتظار کر رہا تھا۔ سپاہی گوگا اُنہیں وہاں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

"خیریت تو ہے انسپکٹر صاحب۔" شہر یار نے پوچھا۔

انسپکٹر سکندر مُسکرایا۔ "پولیس والوں کے پاس خیریت کہاں ہوتی ہے۔ میں نے ایک خاص معاملے کی وجہ سے تمہیں اس وقت بلوالیا ہے۔ تم چاروں بیٹھ جاؤ اور غور سے میری بات سُنتے جاؤ۔"

وہ چاروں بیٹھ گئے۔

انسپکٹر سکندر نے کہا۔ "اب سے کچھ دیر پہلے مجھے اطلاع ملی ہے کہ نواب بابر علی کی حویلی میں کسی نے خودکشی کر لی ہے۔ حویلی میں لاش موجود ہے ...!"

ان چاروں کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ زندگی میں پہلی بار انہیں ایسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ خودکُشی، قتل، لاش، موت یہ سب انہوں نے کہاں دیکھا تھا۔

بالآخر شہر یار نے سنبھل کر کہا۔ "کس نے دی آپ کو یہ اطلاع؟"

انسپکٹر سکندر نے کہا۔ "ایسی اطلاعات نامعلوم لوگ دیتے ہیں۔ کوئی ٹیلیفون پر بتا دیتا ہے، مگر اپنا نام نہیں بتاتا۔ لوگ مقدموں اور گواہی دینے کے چکّر سے بچنے کے لیے نام بتائے بغیر بس ایسی اطلاعات ہی فراہم کر دیتے ہیں۔ مجھے بھی کسی نے ٹیلیفون پر یہ اطلاع دی ہے کہ نواب بابر علی کی حویلی میں کسی نے خودکشی کر لی ہے۔ تم جانتے ہو نواب بابر علی کو؟"

"نہیں... بس نام سُنا ہے" شہریار نے کہا "سُنا ہے بڑے امیر آدمی ہیں"
"ہاں..." انسپکٹر سکندر نے کہا "کروڑ پتی ہیں۔ ان کی حویلی میں صرف تین لوگ رہتے ہیں۔ نواب بابر علی اُن کی بیوی شہزادی ثروت آرا اور ان کا بھتیجا فراست علی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ ان تینوں میں سے آخر کس نے خودکشی کی ہوگی"
سرفراز نے کہا "انسپکٹر صاحب۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں وہاں جاکر دیکھنا چاہیے۔ یہاں بیٹھے بیٹھے اندازہ لگانے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا"
انسپکٹر سکندر مُسکرایا اور ٹوپی اُٹھاکر اُٹھ کھڑا ہوا "میرا بھی یہی خیال ہے۔ تم لوگ چل کر میری جیپ میں بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں"
وہ چاروں جیپ میں سوار ہوئے ہی تھے کہ انسپکٹر سکندر اپنے ایک ماتحت کے ساتھ آگیا۔
جیپ روانہ ہوگئی۔ پندرہ منٹ بعد انسپکٹر سکندر نے جیپ ایک نسبتاً ویران علاقے میں بنی ہوئی اُس بہت بڑی سفید حویلی کے سامنے روکی جو دُور سے گھنے پیڑوں کی وجہ سے نظر ہی نہیں آتی تھی۔
ابھی وہ جیپ سے اُترے بھی نہیں تھے کہ حویلی کا صدر دروازہ کھلا اور اُنہوں نے ایک بوڑھے کو تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھا۔
وہ یقیناً نواب بابر علی کا ملازم تھا۔ اُس نے سفید لباس اور سفید ٹوپی پہن رکھی تھی۔
"انسپکٹر صاحب" اُس نے ان کے پاس پہنچ کر کہا "خدا کا شکر ہے کہ آپ آگئے۔ میں آپ کو ٹیلیفون کر رہا تھا لیکن تھانے والوں کا یہی کہنا تھا کہ آپ کہیں روانہ ہوئے ہیں"
انسپکٹر سکندر جیپ سے اُتر آیا... "کیا بات ہے بابا۔ کیا کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے؟"
بوڑھے ملازم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے "انسپکٹر صاحب۔ اُس نے روتے ہوئے کہا... "مالک نے خودکشی کرلی ہے۔ نواب صاحب چلے گئے ہیں..." وہ پھُوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔
انسپکٹر سکندر نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہا "ہمت سے کام لو، گھر میں کون کون ہے...؟"
"مالکن تو گئی ہوئی ہیں... اُن کے بھتیجے نواب فراست علی اندر ہی ہیں۔ بُری طرح رو رہے ہیں"
انسپکٹر حویلی کی جانب چل پڑا۔ چلتے چلتے اُس نے پوچھا "مالکن... میرا مطلب ہے نواب بابر علی کی بیگم کہاں گئی ہوئی ہیں؟"
"وہ تو ایک ہفتے سے اپنی بہن کے پاس ہیں۔ دوسرے شہر میں... حویلی میں بس میں تھا، نواب

بابر علی تھے اور نواب فراست تھے۔ کھانا کھانے کے بعد مجھے نیند آ گئی تھی۔ اچانک پستول کے دھماکے سے میری آنکھ کھلی۔ پہلے تو میں سمجھا کہ میں نے خواب میں دھماکہ سُنا ہے، لیکن حویلی میں دھماکے کی گونج اتنی زوردار تھی کہ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خواب نہیں تھا۔ حقیقت تھی۔"

اُس نے حویلی کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ انسپکٹر سکندر کے پیچھے پیچھے وہ چاروں بھی اندر آ گئے۔ حویلی کے اندر ایک نیم تاریک سی راہداری تھی وہ بوڑھے ملازم کے پیچھے پیچھے چلتے گئے۔ کئی کمروں کے سامنے سے گزرتے وہ بالآخر ایک بڑے سے دروازے پر جا پہنچے۔

بوڑھے ملازم نے دروازے کے پاس پہنچ کر انسپکٹر سکندر کو دیکھا اور کہا "آپ خود اندر چلے جائیے۔ انسپکٹر صاحب... مجھ سے یہ سب بار بار نہیں دیکھا جاتا"۔ اس کی آنکھوں میں آنسو پھر چھلک آئے تھے۔

انسپکٹر سکندر نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ انسپکٹر سکندر کے پیچھے پیچھے وہ چاروں... ضیاء شہزاد، سرفراز اور شہریار... کمرے میں داخل ہوئے۔

کمرے میں ایک نوجوان بیٹھا، سر جھکائے رو رہا تھا۔ انھیں دیکھ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے انسپکٹر سکندر سے ہاتھ ملایا اور آنکھیں صاف کر کے کہا "میں نواب فراست علی ہوں، نواب بابر کا بھتیجا... آپ کو پتا چل ہی گیا ہوگا..."

پھر وہ اس بہت بڑے کمرے کے اُس کونے کی طرف مڑا۔ اُس کے ساتھ ہی حق اسکواڈ کے چاروں ارکان نے وہ خوفناک منظر دیکھا۔

ایک بڑی سی گھومنے والی کرسی پر نواب بابر علی کا بے جان بدن موجود تھا۔ اُس کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے میز پر ایک ٹائپ رائٹر رکھا تھا۔ میز پر ایک سفید لفافہ بھی رکھا ہوا تھا۔

انسپکٹر سکندر نے جھک کر نواب بابر علی کے دل کی دھڑکن محسوس کرنے کی کوشش کی، مگر وہ مر چکا تھا۔ ایک پستول فرش پر پڑا تھا اور گولی نے اس کی کنپٹی میں سوراخ کر دیا تھا۔ تھوڑا سا خون بہہ کر اس کی قمیض کے کالر پر آ گیا تھا

"یہ لفافہ کیسا ہے ...؟" شہریار نے جُھک کر غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

لفافے پر لکھا تھا ..."انسپکٹر سکندر کے لیے ...!"

پھر کیا ہوا...؟ لفافے میں کیا پیغام تھا...؟ حق اسکواڈ کا تہلکہ خیز کارنامہ...

اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیے۔

گھڑسوار صحافی

اُس رپورٹر کا قصہ جس نے امریکہ کی آزادی کی خبر سب سے پہلے شائع کی

فرانسس کیوانا ○ ترجمہ: سید خورشید عالم

ٹموتھی ویرنگ TIMOTHY WARING "فیلڈنگ گزٹ" نامی اخبار میں اپرنٹس کی حیثیت سے اخبار کے مختلف شعبوں کے کام سیکھ رہا تھا۔ اس کے کنٹریکٹ کے مطابق یہ بات طے تھی کہ اُسے اٹھارہ سال کی عمر تک بطور اپرنٹس کام کرنا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے چار سال ابھی باقی تھے۔ یہ ۱۷۷۶ء کا ذکر ہے۔ اس زمانے میں امریکہ میں چند اخبارات ہی شائع ہوتے تھے۔ فیلڈنگ گزٹ بھی ان میں سے ایک تھا۔ ٹموتھی اخبار کے سارے کام نہایت دلجمعی سے سیکھتا تھا۔ خبر لکھنے کا طریقہ۔ خبر کی ٹائپ سیٹنگ، پروف ریڈنگ۔ چھپائی اور تقسیم کے سارے مراحل وہ آہستہ آہستہ سیکھتا جا رہا تھا۔ اس ٹریننگ کا اُسے معاوضہ تو نہیں ملتا تھا مگر وہ خوش تھا کہ وہ صحافت

سیکھ رہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ جلد سے جلد سارے کام سیکھ جائے تاکہ اپنا ایک اخبار نکال سکے۔ فیلڈ نگ گزٹ کے مالک مسٹر فیلڈ نگ اخبار کے ایڈیٹر بھی تھے اور پبلشر بھی۔ وہ ٹموتھی سے نہایت کٹھن مشقت کرواتے تھے۔ وہ دل کے بُرے تو نہ تھے مگر کچھ کچھ کنجوس واقع ہوئے تھے۔ ٹموتھی ہفتے میں ایک مرتبہ اپنے گھر جاتا۔ بقیہ اوقات وہ اخبار کے دفتر میں گزارتا۔ رات ہوتی تو اخبار کے پرنٹنگ پریس میں سو جاتا۔ اس کا گھر اخبار کے دفتر سے تین گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ ہفتہ واری چھٹی پر جانے سے قبل مسٹر فیلڈ نگ نے ٹموتھی کو بلایا اور کہا۔

"آج رات ایک قاصد فلاڈیلفیا سے اہم خبر لے کر آنے والا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کنونشن میں اعلانِ آزادی کی دستاویز پر دستخط ہو چکے ہیں۔ میں آدھی رات تک خبر کا انتظار کروں گا۔ اس کے بعد اخبار چھپنا شروع ہو جائے گا۔ تم صبح سات بجے تک ضرور آ جانا۔ تاکہ اخبار تقسیم کرنے میں دقت نہ ہو اور لوگ اس اہم خبر کو بھی جلد ہی پڑھ لیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے اپنی جیب سے ایک سکّہ نکالا اور ٹموتھی کو دیتے ہوئے بولے۔

"تم ایک بہت اچھے اپرنٹس ثابت ہوئے ہو۔ تم نے میرا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ یہ لو اپنا انعام۔ اگر چاہو تو میرا گھوڑا لے جاؤ۔ تاکہ صبح جلد پہنچ سکو۔"

تھوڑی دیر بعد ٹموتھی مسٹر فیلڈ نگ کے گھوڑے پر سوار اپنے گھر کی طرف چلا جا رہا تھا۔ ٹموتھی ایک ہفتے بعد گھر پہنچنے کی خوشی میں اپنی تھکن بھول چکا تھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ فلاڈیلفیا سے آنے والا قاصد کیا اہم خبر لے کر آتا ہے جس کے لیے مسٹر فیلڈ نگ رات گئے تک انتظار کریں گے۔ اس زمانے میں ٹیلی فون یا ٹیلی گراف کی سہولتیں کسی کے تصور میں نہ تھیں۔ قصبے میں بھی ہر شخص کو فلاڈیلفیا سے آنے والی اہم خبر کا شدت سے انتظار تھا۔ البتہ قابلِ اعتماد قاصد اور پیغامبر اہم خبروں کی ترسیل میں نمایاں کردار ادا کرتے تھے۔

گھر پہنچ کر ٹموتھی نے اپنی امّی کو سلام کیا۔ اس کا چھوٹا بھائی ٹام اور بہن جینی اس سے لپٹ گئے اس کا کتا ٹاؤزر اس کے پاؤں چاٹنے لگا۔ تھوڑی دیر بات چیت کے بعد ٹموتھی ٹام کے ہمراہ قریبی ندی پر نہانے چلا گیا۔ نہا کر جب دونوں بھائی واپس آئے تو کھانا لگ چکا تھا۔ اچانک جینی بولی۔

"بھیا آپ اپنے جوتے کہیں چھوڑ آئے ؟" یہ سن کر ٹموتھی نے اپنے پیروں پر نگاہ ڈالی۔ اُسے یاد آیا کہ اس نے ندی کے کنارے جوتے اُتارے تھے۔ اس کی امّی بولیں۔

"پہلے کھانا کھا لو، پھر جا کر جوتے ڈھونڈ لینا" یہ کھانے کے دوران جینی نے بڑے ہی مزاحیہ انداز میں ٹموتھی

سے کہا۔

"تو آپ اٹھارہ برس کی عمر میں ایڈیٹر بن جائیں گے؟" یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ ٹموتھی نے اس کے مذاق کا بڑی سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں بن سکتا۔ جب بنجامن فرینکلن سترہ برس کی عمر میں اخبار کے ایڈیٹر بن سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں بن سکتا۔ مسٹر فیلڈنگ نے کہا ہے کہ وہ مجھے ایک بڑا صحافی بنا دیں گے۔ وہ مجھے ہر وقت صحافت کے بارے میں بتاتے رہتے ہیں۔"

کھانا ختم ہونے کے بعد ٹموتھی کو اپنے جوتے یاد آئے۔ اُس نے لالٹین اُٹھائی اور ٹام کے ہمراہ باہر نکل آیا باہر اندھیرا تھا۔ لالٹین کی مدھم سی روشنی میں بمشکل چند قدم دُور کی چیزیں نظر آسکتی تھیں۔ "ایسے میں جوتے ڈھونڈنا کتنا مشکل کام ہے" ٹموتھی نے سوچا۔ ابھی وہ ندی سے کچھ دُور تھے کہ سڑک کے کنارے جھاڑیوں میں کسی کے کراہنے کی آواز سُنائی دی۔ دونوں بھائی رُک گئے۔ کراہنے کی آواز دوبارہ سُنائی دی۔ ٹموتھی نے لالٹین اونچی کی اور آواز کی سمت بڑھنے لگا۔ جھاڑیوں کو ہٹا کر جب وہ آگے بڑھا تو اُس نے دیکھا کہ ایک بڑے سے گڑھے میں ایک گھوڑا گرا ہُوا ہے اور اس کا سوار گھوڑے کے نیچے دبا ہوا کراہ رہا ہے۔ ٹام جلدی سے گھر کی طرف بھاگا۔ تھوڑی ہی دیر میں ٹموتھی، ٹام، جینی اور اُن کی امّی نے بڑی ہی مشکل سے کھینچ کر اس سوار کو باہر نکالا۔ پھر وہ لوگ اُسے گھر لائے۔ ٹموتھی نے اُس کی چوٹوں کو گرم پانی سے صاف کیا۔ اس کی امّی نے اس کے لیے جلدی سے کافی تیار کی۔ کافی پی کر وہ شخص قدرے پُرسکون نظر آنے لگا۔ اس نے اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے ہر صورت میں فیلڈنگ گزٹ کے دفتر پہنچنا ہے۔ میں فلاڈیلفیا سے آیا ہوں۔" اُس نے بستر سے اُٹھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

"مجھے بتایئے فلاڈیلفیا میں کیا ہُوا؟ میں اس خبر کو فیلڈنگ گزٹ کے دفتر لے جاؤں گا۔ میرا نام ٹموتھی ہے۔ اور میں اُس اخبار میں اپرنٹس ہوں۔" یہ سُن کر قاصد نے اطمینان کی سانس لی اور بولا

"تو پھر جلدی سے اس خبر کو لکھ لو۔" ٹموتھی نے کاغذ قلم سنبھالا اور قاصد جو کچھ بولتا گیا اُسے جلدی جلدی لکھتا گیا۔ اُس نے خبر لکھنے کے ساتھ ساتھ چشمِ تصوّر میں دیکھا کہ امریکی ریاستیں انگلستان کے تسلّط سے آزاد ہو چکی ہیں۔ خبر لکھنے کے بعد ٹموتھی نے کاغذ کو تہہ کر کے جیب میں رکھا۔ اور مسٹر فیلڈنگ کے گھوڑے پر سوار ہو کر تیزی سے دفتر کی جانب روانہ ہو گیا۔ اُس وقت اُسے اپنے کھوئے ہوئے جوتوں کے نہ ملنے کا غم بھی نہیں تھا۔ اور نہ یہ کہ آج رات کی نیند برباد ہو گئی۔ اسے تو بس اس بات کی خوشی تھی کہ اس اہم خبر کو سب سے پہلے اس کے

اخبار میں شائع ہونے کا اعزاز حاصل ہو گا۔

مسٹر فیلڈ نگ اپنے دفتر میں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ فلاڈیلفیا سے قاصد آج بھی نہیں آئے گا۔ انہوں نے سوچا کہ تھوڑی دیر انتظار کے بعد اخبار چھاپنے کا کام شروع کر دیں گے۔ اچانک دروازہ زور سے کھلا۔ انہوں نے چونک کر دیکھا۔ ٹموتھی ننگے پاؤں، گرد میں اٹا ہوا، کمرے میں داخل ہو رہا ہے۔

"سر... سر... اعلانِ آزادی پر دستخط ہو گئے۔ مبارک ہو ... ہم سب کو مبارک ہو۔" ٹموتھی نے جلدی سے جیب سے کاغذ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ جس پر ٹموتھی نے خبر بنائی تھی۔ مسٹر فیلڈ نگ نے ایک نظر ٹموتھی پر ڈالی اور دوسری نظر کاغذ پر لکھی ہوئی تفصیلی خبر پر پھر وہ تیزی سے اس خبر کو ٹائپ کرنے بیٹھ گئے

اگلی صبح قارئین نے فیلڈ نگ گزٹ میں فلاڈیلفیا میں دستخط ہونے والے اعلانِ آزادی کی خبر پڑھی۔ لوگ اخبار کی اس خبر کی تفصیل اور اخبار دونوں سے بڑے متاثر ہوئے۔ اخبار میں ایک بکس میں اخبار کے اپرنٹس ٹموتھی کے بارے میں بھی خبر تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ اُس نے قارئین تک اس اہم خبر کو پہنچانے میں کیا کردار ادا کیا تھا۔ نیز خبر میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اخبار کے ایڈیٹر نے ٹموتھی کی فرض شناسی اور اس کی لگن دیکھتے ہوئے اُسے اپنا پارٹنر بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ صبح ٹموتھی تھکن سے چُور ہونے کے باوجود مسٹر فیلڈ نگ کا شکریہ ادا کر رہا تھا

"شکریے کی کوئی بات نہیں بیٹے" وہ چند لمحے خاموش رہے، پھر ان کی نظر ٹموتھی کے ننگے پاؤں پر پڑی۔ وہ مُسکرا دیے۔ پھر بولے۔

"آؤ میرے ساتھ بازار چلو۔ تاکہ میں اپنے پارٹنر کو نیا جوتا اور نئے کپڑے دلوا سکوں" انھوں نے ٹموتھی کا ہاتھ پکڑا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

ماہنامہ آنکھ مچولی کا مقبول ترین سلسلہ تحریر

اخلاق احمد کی مُہماتی کہانیوں کا دلچسپ مجموعہ

- بُرائیوں سے برسرِ پیکار ۴، کمسن مجاہدوں کے کارنامے
- ذہانت اور شجاعت سے بھرپور حیرت انگیز واقعات
- خوبصورت اسکیچز ـــ بہترین تصاویر ـــ اعلیٰ طباعت

حسین سرورق اور ۱۰۰ سے زائد صفحات

"حق اسکواڈ" حاصل کرنے کے لیے ۱۰ روپے کا منی آرڈر یا ڈاک ٹکٹ بھجوا دیں

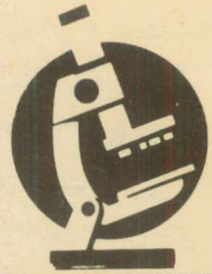

سائنس اِنکوائری

سائنسی موضوعات پر آپ کے

سوالات، ہمارے جوابات

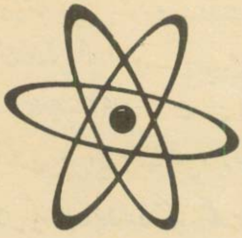

نیّر ابدالی

• ٹیلی فون سے آواز ایک جگہ سے دوسری جگہ کیسے پہنچ جاتی ہے؟ (پرنس وسیم بن اشرف۔میاں چنوں، آصف اقبال کراچی۔ آصف محمود اعوان۔ملتان)

ٹیلی فون اب ایک انتہائی مفید آلہ ثابت ہو چکا ہے۔اسکاٹ لینڈ کے ڈاکٹر گراہم بیل نے ۱۸۷۶ء میں ٹیلی فون کی تیاری کے تجربے میں مکمل کامیابی حاصل کی۔اس ایجاد کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسانی آوازوں میں لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ بالکل اُسی طرح جس طرح ساکن پانی پر اگر آپ کنکر پھینکیں تو پانی میں لہریں بن جائیں گی۔عملی طور پر برقی رو اس قسم کی لہروں کو اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔اب اگر کسی برقی تار کے دونوں سروں پر دو پُرزے لگا دیے جائیں تو وہ اس برقی رو سے منسلک ہو جائیں گے۔دُور دراز کے مقامات پر ٹیلی فون کے ذریعے گفتگو کے لیے بغیر تار کے آلات لگائے جاتے ہیں جو ہوا کی لہروں میں موجود برقی لہروں کو آواز میں منتقل کر کے ریسیور تک پہنچا دیتے ہیں۔

• پلوٹونیم کا ایٹمی نمبر کیا ہے؟ (ظفر اقبال۔گوجرانوالہ، انور عزیز۔ملتان)

پلوٹونیم کا ایٹمی نمبر ۹۴ ہے اور یہ کیمیائی پیریڈک ٹیبل کے گروپ تھری بی میں درج ہے اس کی کیمیائی علامت Pu ہے۔ اسے سیارہ پلوٹو کی نسبت سے پلوٹونیم کہا جاتا ہے۔اس کو پہلی مرتبہ ۱۹۴۰ء میں مصنوعی طور پر تیار کیا گیا تھا۔اس کی تیاری میں گلین ٹی سیبورگ ایڈون ایم مک ملین۔جوزف ڈبلیو کینیڈی اور آرتھر سی واہل نے حصہ لیا تھا۔یہ تابکار مادّہ ہوتا ہے۔

• پہلا پرنٹنگ پریس کب قائم کیا گیا؟ اس وقت سے اب تک اس شعبے میں کیا ترقّی ہوئی ہے۔۔۔؟ (عالم زیب۔عرفان سعید۔ریحان سعید۔ناظم آباد۔کراچی، شبانہ رحمٰن۔راولپنڈی)

پُرانے زمانے میں کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں جو بہت مہنگی ہوا کرتی تھیں۔مگر علم کے شوق نے لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اس جانب متوجّہ ہوئے اور اس طرح پہلا چھاپہ خانہ جرمنی میں اسٹرابرگ کے مقام پر جوھن گٹن برگ نے ۱۴۳۹ء میں قائم کیا۔اس نے بعد میں سستی کتابیں چھاپنے کا کام شروع کیا۔چھاپے خانے

یا پرنٹنگ پریس کے قیام نے وقت کے ایک ضروری تقاضے کو پورا کیا اور پورے یورپ میں نشاۃ ثانیہ ... RENASSANCE کے لیے راستہ ہموار ہوتا گیا۔ انگلستان میں ایک مشہور شخص ولیم کیکسٹن نے ۱۴۷۶ء میں ایک چھاپہ خانہ قائم کیا۔ انگلستان میں اسے اس شعبے کا قائد سمجھا جاتا ہے۔ اب پرنٹنگ کے شعبے میں بہت ترقی ہو چکی ہے۔ پہلے کی مشین ایک دن میں چند سو کاغذ بمشکل چھاپ سکتی تھیں۔ مگر آج کی جدید مشینیں ایک دن کیا بلکہ چند گھنٹوں میں ہزاروں لاکھوں کاغذ چھاپ کر ایک طرف ڈال دیتی ہیں۔

• مشہور امریکی ادارے سی آئی اے کس چیز کا مخفف ہے اور یہ ادارہ کب اور کیوں قائم ہوا؟ حمیرا تبسم علوی، محمد یوسف مرزا۔ اورنگی ٹاؤن، کراچی۔ عابد رحمٰن، گجرات۔ سلیم انور۔ مظفر گڑھ)

سی آئی اے، سینٹرل انٹیلیجنس ایجنسی کا مخفف ہے۔ یہ مشہور زمانہ ادارہ امریکہ میں نیشنل سیکیورٹی ایکٹ کے تحت ۱۹۴۷ء میں قائم کیا گیا۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد صدر اور نیشنل سیکیورٹی کونسل کو مشورہ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ انٹیلیجنس کے دیگر شعبوں کو باہم مربوط کرنا تھا۔ صرف امریکہ میں اس وقت سی آئی اے کے باقاعدہ ملازمین کی تعداد پندرہ ہزار سے زائد ہے۔ کئی ہزار افراد بیرونِ ملک اپنی "خدمات" انجام دے رہے ہیں۔ ۱۹۶۰ء تک اس ادارے کا سالانہ بجٹ ۵۰ کروڑ ڈالر کے قریب تھا۔ موجودہ دور میں اس کے سالانہ بجٹ کا تخمینہ اربوں ڈالر لگایا گیا ہے۔ اس ادارے کے ذمے تین انتہائی اہم نوعیت کے فرائض سپرد ہیں۔ ایک تو یہ کہ دوسرے ممالک سے معلومات اکٹھی کی جائیں۔ دوم یہ کہ دوسرے ممالک جو امریکی معاملات کی ٹوہ میں ہیں ان کا توڑ کیا جائے، اور سوم یہ کہ مختلف ممالک میں سیاسی طور پر تسلط جمانے کی کوشش کرنا۔ اس کا سربراہ ایک ڈائریکٹر ہوتا ہے۔ موجودہ امریکی صدر جارج بُش بھی ایک زمانے میں سی آئی اے کے ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز رہ چکے ہیں۔

• میساساگا MASSASAUGA کسے کہتے ہیں؟ (ابرار احمد قائم خانی۔ نواب شاہ)

یہ شمالی امریکہ میں پایا جانے والا ایک سانپ ہے یہ ۱۸ سے ۳۰ انچ تک لمبا ہوتا ہے۔ یہ عام طور پر سیاہی مائل رنگت کا ہوتا ہے۔ اس کی پُشت پر مٹی یا بھورے دھبے پڑے ہوتے ہیں۔ یہ عام حالت میں پُرسکون ہوتا ہے۔ مگر طیش کے عالم میں کاٹ لیتا ہے اس کا زخم اکثر مہلک ثابت ہوتا ہے۔

• یہ کرمنالوجی CRIMINOLOGY سے کیا مُراد ہے؟ (بشیر احمد۔ نظیر احمد۔ راولپنڈی)

جُرم کی مختلف صورتوں اور کیفیات کے سائنسی مطالعے کا نام کرمنالوجی یا "جُرمیات" ہے۔ اس علم میں جُرم اور اس کے بُنیادی اسباب کا مطالعہ کر کے اس کا قابلِ عمل حل تجویز کیا جاتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں اس کو ایک الگ مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ وہاں

کی یونیورسٹیوں میں آپ اس مضمون کو بی ایس سی کے نصاب میں بھی لے سکتے ہیں اور اگر ایم ایس سی یا پی ایچ ڈی کرنا چاہیں تو بھی اس مضمون میں ریسرچ کے کافی مواقع ہیں۔ پاکستان میں قانون اور پولیس ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں اسے پڑھایا جاتا ہے مگر اسے یہاں ایک الگ مضمون کی حیثیت حاصل نہیں ہوسکی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان میں بھی اسے ایک الگ مضمون کا درجہ دیا جائے۔

• پاکستان کے چاروں صوبوں، اسلام آباد اور وفاق کے زیرِ انتظام علاقہ جات کا رقبہ کتنا ہے؟

(عامر رضا۔ فیصل آباد۔ مختار علی رانا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ
جاوید اقبال راجہ۔ نواب شاہ)

رقبے کے اعتبار سے بلوچستان سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس کا کُل رقبہ ایک لاکھ چونتیس ہزار پچاس مربع میل (تین لاکھ سینتالیس ہزار ایک سو اٹھتر کلومیٹر) ہے رقبے کے اعتبار سے دوسرا بڑا صوبہ پنجاب ہے جو اُناسی ہزار دو سو چوراسی مربع میل (دو لاکھ پانچ ہزار تین سو پینتالیس مربع کلومیٹر) رقبے پر مشتمل ہے۔ سندھ کا رقبہ چوّن ہزار چار سو سات مربع میل۔ (ایک لاکھ چالیس ہزار نو سو تیرہ مربع کلومیٹر) ہے۔ شمالی مغربی سرحدی صوبہ، اٹھائیس ہزار سات سو تہتر مربع میل (چوہتر ہزار پانچ سو بائیس مربع کلومیٹر) پر مشتمل ہے۔ اسی طرح وفاق کے زیرِ انتظام علاقہ دس ہزار پانچ سو دس مربع میل (ستائیس ہزار دو سو اکیس مربع کلومیٹر) پر مشتمل ہے۔ اسلام آباد کا رقبہ ساڑھے تین سو میل (نو سو چھ مربع کلومیٹر) ہے۔

جیسے ہو نظر بھی آؤ

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ اس بات کا پورا خیال رکھتے کہ اُن کا ظاہر و باطن ایک ہو۔ ہمیشہ عمدہ لباس پہنتے۔ آپ بڑے ٹھاٹھ سے رہتے اور خوشبو لگاتے۔ کبھی کسی نے اُن کے جُوتے کا تسمہ بھی ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا۔ آپ اپنے متعارفین کو بھی لباس وغیرہ کے اہتمام کی ترغیب دیتے۔ ایک مرتبہ اپنے ایک ہم نشیں کے جسم پر آپ نے بوسیدہ کپڑے دیکھے تو اُس سے کہا: "ذرا ٹھہرو!" جب مجلس برخاست ہوگئی اور وہ اکیلا رہ گیا تو آپ نے اُسے مخاطب کیا "مصلّٰے اُٹھاؤ اور جو مال اس کے نیچے پڑا ہے، وہ اُٹھا لے جاؤ۔" اس شخص نے مصلّٰی اُٹھا کر جو دیکھا تو ایک ہزار درہم تھے۔ امام اعظمؒ نے فرمایا: "یہ درہم لے جاؤ اور ان کے کپڑے وغیرہ لا کر اپنی حالت درست کر دو۔" وہ شخص بولا: "لیکن مجھے تو ان کی ضرورت نہیں میں تو خوش حال آدمی ہوں اور میرے پاس خدا کا دیا بہت کچھ ہے۔" امام اعظمؒ حضرت ابوحنیفہ نے فرمایا "تو پھر تم نے شاید ایک حدیث نہیں سُنی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کی نعمتوں کا اثر بندے پر نظر آئے۔ تمہیں چاہیے کہ اپنی حالت سنوار کر رکھو تاکہ تمہیں دیکھ کر تمہارے دوستوں کو صدمہ نہ ہو۔"

(محمد اکرم سیالوی، وکیل والا)

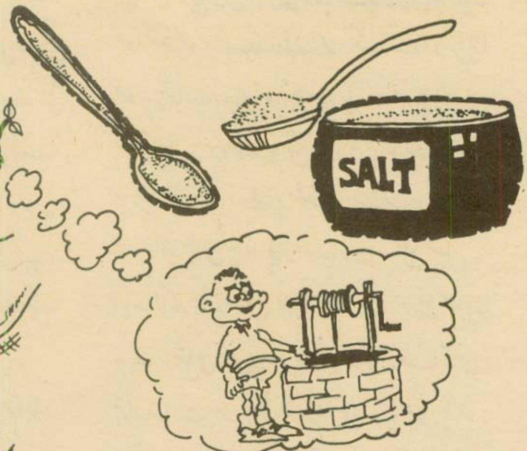

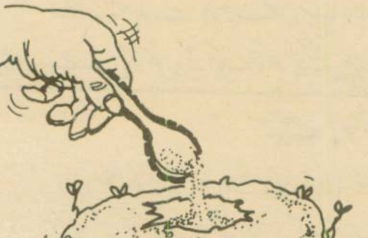

آلو میں تالاب

آج ہم آپ کو آلو میں تالاب بنانے کا نہایت آسان طریقہ بتائیں گے ۔ ہاں بھئی ہم صحیح کہہ رہے ہیں۔ اس کے لیے آپ کو ایک بڑے آلو ایک بڑے چمچ اور تھوڑے سے نمک کی ضرورت پڑے گی چمچ کی مدد سے آلو میں کھُرچ کر بڑا سا سوراخ نما گڑھا بنا لیجیے ۔ اس کے بعد چٹکی بھر نمک اس گڑھے میں ڈال دیجیے ۔ اب اس آلو کو سنبھال کر چوبیس گھنٹوں کے لیے کہیں بھی رکھ دیجیے ۔

اگلے دن آپ یہ دیکھ کر حیران ہو جائیں گے کہ گڑھا پانی سے بھر چکا ہے ، اس لیے کہ آلو میں پانی کی خاصی مقدار موجود ہوتی ہے ۔ نمک کی وجہ سے پانی اوپر آجاتا ہے ۔ تو یہ تھا آلو کا تالاب !

سلسلے وار سائنسی ناول

قسط نمبر ۵

عکس

شاھنواز فاروقی

فراز بلک بلک کر رو رہا تھا، مگر اُس کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکل رہے تھے!

۲۰۰۴ء کا زمانہ۔ سرمد ایک میوزیم میں منتظم کے عہدے پر فائز ہے۔ سرمد کے بچپن کا دوست حارث پاکستان کرکٹ ٹیم کا کھلاڑی ہے۔ ایک دن سرمد حارث کے بلاوے پر کرکٹ میچ دیکھنے کے لیے اسٹیڈیم گیا۔ حارث نے اس میچ میں اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ بائیں ہاتھ سے بولنگ کر کے انگلستان کی ٹیم کو دونوں اننگز میں انتہائی کم اسکور پر آؤٹ کر دیا۔ حارث کی ناقابلِ یقین حیرت انگیز بولنگ پر ہر شخص

حیران رہ گیا۔ میچ کے اختتام کے بعد حارث ایک نامعلوم کار میں بیٹھ کر کہیں چلا گیا۔ ایک ہفتہ تک کسی کو پتا نہ چلا کہ حارث کہاں ہے ... پھر حارث کی طرف سے ایک اخبار کو اطلاع ملی کہ وہ جب تک خود منظرِعام پر نہ آجائے اُسے تلاش نہ کیا جائے۔ حارث کی اس پُراسرار گمشدگی نے پوری دُنیا کو حیران کر دیا تھا۔ کچھ دنوں بعد حارث خود منظرِعام پر آگیا۔ ایک دن سرمد کو اپنے ایک اور بچپن کے دوست فراز کا ٹیلی فون موصول ہُوا۔ فراز سرمد سے فوراً ملنا چاہتا تھا۔ فراز نے فون پر سرمد کو بتایا کہ وہ اس سے حارث کے متعلق کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ سرمد نے فراز کو رات کے کھانے پر اپنے گھر مدعو کر لیا اور پھر فراز کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ فراز مقرّرہ وقت پر سرمد کے گھر پہنچ گیا۔ سرمد کو فراز کچھ بدلا بدلا سا لگا۔ کھانا کھانے کے بعد ایک عجیب بات ہوئی فراز نے سرمد کے بیٹے بہزاد کی کتاب پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ سرمد کو فراز کے اس رویّے پر حیرت ہوئی مگر اُس نے اظہار نہ کیا۔ پھر وہ دونوں لائبریری میں آبیٹھے۔ لائبریری میں گفتگو کے آغاز پر فراز نے سرمد کو مہاتما بدھ کی ایک مورتی دکھائی۔ ایسی ہی ایک مورتی سرمد کے میوزیم میں بھی موجود تھی۔ سرمد کو حیرت ہوئی کہ یہ مورتی فراز کے پاس کہاں سے آئی؟ سرمد نے مورتی کا معائنہ کیا تو وہ اصلی نکلی۔ فراز نے وہ مورتی سرمد کو تحفے میں دے دی۔ گفتگو کے دوران دو اور حیرت انگیز انکشافات ہوئے، بچپن میں فراز کے بائیں ہاتھ پر جو دھبّہ تھا۔ وہ اس کے دائیں ہاتھ پر آگیا تھا اور اس کا دل بائیں کے بجائے دائیں جانب دھڑک رہا تھا۔ سرمد کو شک ہوا کہ کہیں فراز گوشت پوست کا عکس تو نہیں؟ اُس نے فراز کو آئینے کے سامنے کھڑا کیا تو اُس کا شک درُست ثابت ہُوا۔ گھر آنے کے بعد فراز نے سرمد سے مورتی چُرانے کے حوالے سے معذرت کی۔ سرمد نے جب فراز سے پوچھا کہ حارث اُس کے قبضے میں کیسے آگیا تھا تو اُس نے بتایا کہ وہ اپنے آخری ٹیسٹ میں کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام دینا چاہتا تھا، سو میں نے اُسے بے ہوش کر کے عکس میں تبدیل کر دیا۔ جس کے بعد حارث نے کرکٹ کے میدان میں حیرت بولنگ کا مظاہرہ کیا۔ سرمد نے فراز کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے اس غیر معمولی تحقیقی کام کو چھپوا دے تاکہ اُسے نوبل پرائز مل سکے۔ مگر فراز نے اُس کا مشورہ ٹھکرا دیا اور کہا کہ وہ قدیم نوعیت کی چیزوں کو عکس میں تبدیل کر کے اُن کا وسیع پیمانے پر کاروبار کرنا چاہتا ہے۔ یہ سُن کر سرمد کو حیرت ہوئی۔ سرمد کو معلوم نہیں تھا کہ فراز کے اس بدلے ہوئے رویّے کے اسباب کیا ہیں؟ اسباب جاننے کے لیے اب فراز کے ساتھ پیش آنے والے واقعات ملاحظہ کیجیے۔

میں فراز کے سامنے پڑے ہوئے صوفے پر سے اُٹھ کر فراز کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور میں نے نہایت محبت کے ساتھ اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "تم میرے بچپن کے دوست ہو فراز۔" میں نے اُس سے کہا۔

"تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو بتاؤ آخر تم اس طرح سوچنے پر کیوں مجبور ہوئے؟"

"مجھے کسی کی ہمدردی کی ضرورت نہیں۔ تمہاری ہمدردی کی بھی نہیں۔" فراز نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کے بالوں کو اضطرابی حالت میں درست کرتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے ہمدردی نہیں کر رہا ہوں۔ ہمدردی مجبور اور بے سہارا لوگوں کے ساتھ کی جاتی ہے یا اُن لوگوں کے ساتھ جنہیں آپ اپنے سے کم تر خیال کرتے ہوں، اور ... اور تم نہ مجبور ہو اور نہ مجھ سے کم تر، میں تو صرف ایک دوست، ایک پرانے دوست کی حیثیت سے تمہیں سمجھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں اور تمہارے مسائل کو۔" یہ

سُن کر فراز کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے ایک ہلکی سی مُسکراہٹ نمودار ہوئی مگر دوسرے لمحے اُس کا چہرہ ہر طرح کے تاثر سے عاری ہو گیا۔

"کیا تمہیں میری باتوں کا یقین نہیں آرہا؟" میں نے خاموشی کو توڑتے ہوئے پوچھا۔

"یقین ... یقین تو مجھے نہیں آرہا لیکن لگتا ہے اپنا کام کرانے کے لیے تمہیں کچھ باتیں بتانا ہی پڑیں گی... کاروبار کرنا ہے آخر۔"

"چلو یونہی سمجھ لو... مگر کچھ بتاؤ بھی" میں نے بے صبری سے کہا۔

فراز نے ایک طویل سانس کھینچا اور پھر میز پر جوتوں سمیت پاؤں رکھ کر صوفے پر تقریباً لیٹتے ہوئے بولا۔

"تمہیں یاد ہے ناتم اکثر اسکول کے زمانے میں مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ تم لتنے خاموش خاموش کیوں رہتے ہو؟"

"ہاں مجھے یاد ہے۔اچھی طرح یاد ہے میں اکثر تم سے پوچھا کرتا تھا اور تم ہمیشہ ہنس کر ٹال جایا کرتے تھے اور اگر کبھی میں زیادہ اصرار کرتا تھا تو تم مُسکرا کر کہتے تھے۔

جینئس ہمیشہ کچھ نہ کچھ سوچتے رہتے ہیں، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آئن اسٹائن بچپن میں اکثر چُپ رہا کرتا تھا" میں نے فراز کے ساتھ بچپن کے دنوں کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

"مگر میری خاموشی کی وجہ کچھ اور تھی۔"

"کیا؟" میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

"میرے والد اور والدہ کے تعلقات کچھ اچھے نہیں تھے۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تھا انہیں ہر روز کسی نہ کسی بات پر بلکہ اکثر بلاوجہ لڑتے ہوئے پایا تھا۔ بڑا ہوا تو معلوم ہوا ابو ہیروئن کا نشہ کرتے ہیں۔ اور اپنی پوری آمدنی نشے پر صرف کر دیتے ہیں۔ ہمارے گھر میں اکثر فاقے ہوا کرتے تھے۔امی سلائی کڑھائی کرکے جیسے تیسے گھر چلاتی تھیں۔امی کی خواہش اور مسلسل توجہ کے باعث ہی ہم دونوں بھائیوں اور عظمت کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا ورنہ ممکن ہے ہم تینوں پانچویں بھی نہ کر پاتے ... تمہیں یاد ہے نا میں اسکول میں کئی مرتبہ کھیلتے ہوئے بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا... تم لوگ سمجھتے تھے کہ مجھے کوئی بیماری ہے، مگر ایسا نہیں تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ میں اکثر خالی پیٹ اسکول آیا کرتا تھا۔ خالی پیٹ اور خالی دل کے ساتھ" یہ کہتے ہوئے فراز نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

"مگر تم نے کبھی ان حالات کے بارے میں ہمیں نہیں بتایا، بلکہ تم اکثر ہم پر یہ ظاہر کرتے تھے کہ تمہارے

ابّو تمہیں بہت چاہتے ہیں اور تمہاری تعلیم وغیرہ پر خوب توجہ دیتے ہیں۔"
میں نے فراز کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"تم درُست کہہ رہے ہو، میں یہ باتیں کسی کو بھی نہیں بتاتا تھا... لیکن ایسا نہیں تھا کہ مجھے یہ باتیں کسی کو بتاتے ہوئے شرم آتی تھی۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا تھا کہ میں شہر کے مصروف چوراہے پر کھڑا ہوجاؤں اور چیخ چیخ کر لوگوں کو بتاؤں کہ میرا باپ ہیروئن کا عادی ہے... وہ تقریباً ہر روز میری ماں کو نشے کے لیے پیسے نہ دینے پر مارتا ہے... اور ہمیں جانوروں کی طرح سمجھتا ہے... مگر پتہ ہے میری ماں اکثر ہم تینوں کو سینے سے چمٹا کر بِلک بِلک کر روتے ہوئے کہا کرتی تھی، اچھے بچّے اپنے گھر کی بات کسی دوسرے کو نہیں بتاتے تم تینوں اچھے بچے ہو۔ وعدہ کرو تم کسی کو نہیں بتاؤگے کہ ہمارے گھر میں ہر روز کیا ہوتا ہے۔ وہ ہم تینوں کو بے تحاشہ پیار کرتے ہوئے ہم سے وعدہ لیا کرتی اور ہم تینوں روتے ہوئے وعدہ کر لیا کرتے۔"

"پھر ابّو مینار سے گر کر مر گئے۔ ہم تینوں کو ابّو کی موت کا رتی برابر بھی افسوس نہیں ہوا تھا مگر جب ہم نے امی کو دھاڑیں مار کر روتے ہوئے دیکھا تو ہم تینوں بھی پھوٹ پھوٹ کر کے رو دیے... امّی کے تعلقات اگرچہ ابو کے ساتھ کبھی بھی خوشگوار نہیں رہے تھے، مگر امّی کو ابو کی موت کا شدید دُکھ ہُوا تھا۔ ایک دن ڈاکٹر کی ہدایت پر اُن کا خون ٹیسٹ کرایا تو معلوم ہُوا کہ اُنہیں خون کا کینسر ہو گیا ہے۔ ملک میں کینسر کے علاج کی سہولت موجود تھی مگر علاج اس قدر مہنگا تھا کہ ہم کسی طرح بھی اُس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔

امّی، ابو کی موت کے چھ ماہ بعد تک زندہ رہیں۔ وہ اکثر ابو کو یاد کر کے روتیں۔ پھر ایک دن امّی ہم تینوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر اللہ میاں کے پاس چلی گئیں۔ اپنے آخری دنوں میں وہ اکثر اللہ میاں سے دُعا مانگا کرتی تھیں کہ جب تک یہ بچے بڑے نہ ہو جائیں مجھے اپنے پاس مت بلانا۔ مگر اللہ میاں نے تو بہت پہلے کچھ اور ہی لکھ چھوڑا تھا۔

"مجھے تمہاری والدہ کی موت اچھی طرح یاد ہے میں اور حارث کئی روز تک تمہارے ساتھ رہے تھے مجھے یاد ہے تم اپنی والدہ کی موت پر ذرا بھی نہیں روئے تھے۔ اس بات پر سب لوگ تمہارے حوصلے کی تعریف کرتے رہے تھے۔"

"کچھ لوگ ایسے موقعوں پر بھی انتقام لینے سے باز نہیں آتے... تعریف کرتے ہیں... جیسے ہم اُن کی تعریف سُننے کے لیے ہی زندہ ہوں..." فراز نے ٹوٹے ہوئے لہجے کے ساتھ کہا۔

مجھے فراز کی یہ سب باتیں سُن کر بڑی حیرت ہو رہی تھی۔ اُس نے کبھی بھی اپنے حالات کے بارے میں ہمیں کچھ نہ بتایا۔ وہ ہمیشہ یہ تاثر دیتا رہا کہ وہ اگرچہ سخت جدوجہد کر رہا ہے لیکن اُس نے حوصلہ نہیں ہارا ہے۔

اُس کی ان باتوں سے مجھے احساس ہوا کہ وہ بہت پہلے کہیں اندر ہی اندر ہار چکا تھا۔ اُس کی جدوجہد صرف دکھاوے اور شکستِ احساس سے بچنے کے لیے تھی۔ وہ بچپن سے شدید اکیلے پن کے احساس کا شکار ہو چکا تھا۔ میں نے فراز کی طرف دیکھا وہ صوفے پر سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔

"پھر کیا ہوا فراز؟" میں نے اُسے دوبارہ گفتگو پر آمادہ کرنے کے لیے کہا۔

"پھر جیسا کہ تم جانتے ہو میں نے ٹیوشن سینٹر کھول لیا اور اپنی پڑھائی جاری رکھی، لیکن امّی کی موت کے بعد مجھ پر پہلی بار یہ راز کھلا تھا کہ ساری طاقت دولت میں پوشیدہ ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی ہماری زندگی ہمیشہ ہی پیسے کی تنگی کا شکار رہی تھی، لیکن امّی کی موت سے پہلے مجھے کبھی بھی اپنی غربت وافلاس کا احساس نہیں ہوا تھا۔ امّی کی موت کے بعد مجھے پہلی بار معلوم ہوا کہ ہم بہت غریب ہیں۔۔۔ غریب ہیں اور بہت اکیلے ہیں۔ بے یار و مددگار۔۔۔"

یہ کہتے کہتے فراز بلک بلک کر رونے لگا لیکن روتے ہوئے اُس کے منہ سے صرف رونے کی آوازیں نکل رہی تھیں آنکھوں سے آنسو نہیں بہہ رہے تھے اِس عجیب وغریب حقیقت کا احساس فراز کو نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ رونے کے درمیان اُس نے جیب سے رومال نکالا اور اس سے اپنا منہ صاف کرنے لگا۔ جیسے آنسو پونچھ رہا ہو۔ اس حقیقت کے انکشاف سے مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ میں ایک ٹک فراز کو دیکھتا رہا۔ فراز یونہی تھوڑی دیر بے خودی کے عالم میں روتا رہا اور بار بار رومال سے منہ پونچھتا رہا۔

اس وقت صبح کے پانچ بجنے والے تھے۔ بہزاد اور میری بیوی ریشماں نہ جانے کب کے سو چکے تھے۔ گلی سے چوکیدار کی آوازیں بھی آنا بند ہو چکی تھیں۔ کمرے میں اب مکمل خاموشی تھی۔ فراز کچھ دیر رونے کے بعد نڈھال سا ہو کر صوفے پر لیٹ گیا تھا۔ لیکن میں ابھی تک بے چینی اور تجسس کے عالم میں بیٹھا فراز کو گھورے جا رہا تھا۔ جیسے وہ اس دنیا کی سب سے عجیب وغریب مخلوق ہو۔ ایسی مخلوق جسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا اور جسے آئندہ بھی کوئی نہیں دیکھے گا۔

ڈرائنگ روم کے وال کلاک نے کوئل کی طرح کوکنا شروع کیا تو میں اپنی اس کیفیت سے باہر نکلا۔ میں نے اُٹھ کر فراز کو تھپتھپایا تو وہ چونک کر اُٹھ بیٹھا۔

"کیا میں سو گیا تھا؟" فراز نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا

"شاید!" میں نے مختصر جواب دیا۔

"کیا ٹائم ہوا ہے؟" فراز نے میری جانب دیکھے بغیر کہا۔

"پانچ بجے ہیں۔"

فراز نے پانچ بجنے پر کسی قسم کی حیرت کا اظہار نہ کیا وہ بدستور سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"کیا تمہارے پاس کہنے کو اور بھی کچھ ہے؟" میں نے ایک بار پھر گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ... بہت کچھ ہے اگر تم سننا چاہو تو!"

"کیا تمہیں اب سے تقریباً چار سال قبل اخبارات میں شائع ہونے والی وہ خبر یاد ہے جس کے مطابق ایک نوجوان لڑکی نے تیزاب پھینک کر اپنے منگیتر کا چہرہ جلا دیا تھا۔"

"نہیں! اصل میں میں نے پچھلے چند برسوں سے باقاعدہ اخبارات پڑھنا چھوڑ رکھا ہے۔ کیوں کہ اُن میں سوائے ایٹمی جنگ کے خطرے، افریقی ممالک میں ہونے والی خانہ جنگی، ملک میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور سیاسی ہنگامہ آرائی کے سوا کچھ ہوتا ہی نہیں، آخر کوئی کب تک ایک جیسی خبریں پڑھتا رہے۔" میں نے گویا اخبار نہ پڑھنے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"وہ خبر میری بہن عظمت کی تھی۔ اُس نے بھاری جہیز کے مطالبے پر طیش میں آکر اپنے منگیتر کے منہ پر تیزاب پھینک دیا۔ نتیجتاً عدالت نے اُسے پابند کر دیا کہ وہ چھ سال مرکزِ اصلاح میں گزارے اور تم جانتے ہو کہ مرکزِ اصلاح پُرانے زمانے کی جیل ہی کی طرح ہے۔ جہاں آزادی کے ساتھ نقل و حرکت نہیں کی جا سکتی۔"

"کیا!! کیا کہہ رہے ہو تم۔ عظمت مرکزِ اصلاح میں ہے؟"

"ہاں ... اور ندیم پاگل خانے میں۔"

فراز نے مدھم لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ ایسے جیسے یہ کوئی عام سی بات ہو، اور اس کے ہو جانے سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔

(باقی آئندہ)

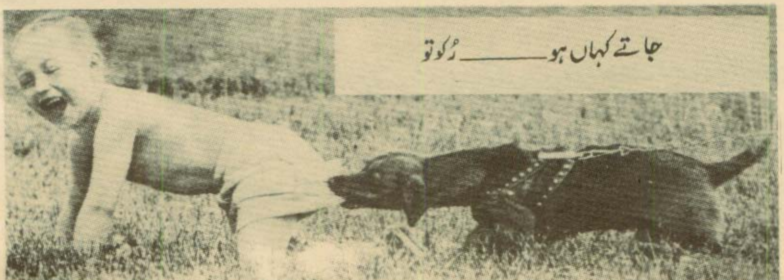

گرگٹ

شاہ نواز فاروقی

ایک بڑا خونخوار سا گرگٹ
روز لان میں آتا ہے
گھات لگا کر طرح طرح سے
جیسے ہمیں ڈراتا ہے
ہری گھاس پہ چُپکے چُپکے
پنجوں کے بَل چلتا ہے
لال ہرے اور نیلے پیلے
ہر دَم رنگ بدلتا ہے
بار بار جو رنگ بدلتے
وہ گرگٹ کہلاتے ہیں
اُن کے پیچھے چلنے والے
سَدا ہی دھوکہ کھاتے ہیں

دُودھ کی بدولت

ریشم جیسے بال ــــ نرم ملائم کھال

روشن روشن آنکھ ــــ موتی جیسے دانت

کہتے ہیں کہ "صحت مند جسم صحت مند ذہن کی علامت ہے"

ماہرین برسوں کی تحقیق کے بعد دُودھ کو مکمل غذا اور صحت مند جسم کی ضمانت قرار دیتے ہیں۔

اللہ میاں نے دُودھ میں کیلشیم، پروٹین وٹامنز اور بہت سے معدنی اجزا متوازن مقدار میں شامل کردیے ہیں۔ یہی وہ اجزا ہیں جو اچھی صحت، بیدار ذہن اور خوشگوار زندگی کی ضمانت ہیں۔

اگر آپ نے ہر روز دو گلاس دُودھ پینا اپنی عادت بنالیا تو گویا آپ نے صحت مندی کا راز پالیا۔

دانائی کی بات سنو

دُودھ پیو ــــ مضبوط بنو

اشتہار برائے بہبود اطفال، منجانب آنکھ مچولی۔ کراچی

پاکستان زندہ باد

کاوش صدّیقی

علی! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم ایسی حرکت کرو گے!" ابُو نے نہایت دُکھ سے کہا۔ "کیا تمہیں اس بات کا کوئی احساس نہیں کہ اسکول تمہارے پڑھنے کی جگہ ہے اور وہاں تم اس بدتمیزی اور بے ہودگی کا مظاہرہ کرو گے، نہیں۔ نہیں تم ......!" ابُو خاموش ہو گئے۔ علی خاموش نظریں جُھکائے کھڑا رہا۔ اس کے دِل میں کوئی افسوس، کوئی نُدامت کا احساس تک نہیں تھا۔ بلکہ وہ تو دھیان سے اپنے ابُو کی گفتگو بھی نہیں سُن رہا تھا۔ بلکہ اس وقت تو اس کا ذہن ماسٹر کی جانب لگا ہوا تھا۔ کیونکہ آج ماسٹر نے اُسے ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے ہیڈ کوارٹر بلوایا تھا۔ تین کمروں کے مکان کو جو کہ شہر کے مغربی حِصّے میں ایک پہاڑی کے دامن میں تھا۔ اس مکان کو ماسٹر نے ہیڈ کوارٹر کا نام دیا تھا۔ اور آج تو اسے شاباش

کے ساتھ ساتھ انعام کی بھی اُمید تھی۔

"تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا؟" اچانک ابوؐ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"جی، جی۔؟؟" علی نے بے دھیانی سے کہا۔

"کیا جی جی کی رٹ لگا رکھی ہے میں جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب کیوں نہیں دیا تم نے؟"

"کیا پوچھا آپ نے؟" علی نے حیرانگی سے پوچھا۔

وقار صاحب نے بے اختیار غصے سے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ مگر پھر تیزی سے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا اور بڑے تحمل سے بولے "تم اپنے کمرے میں جاؤ خبردار جو گھر سے باہر قدم نکالا نہیں تو......!"

علی جلدی سے مڑ کر اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔ کمرے میں آ کر اس نے گھڑی دیکھی جو صبح کے ساڑھے نو بجا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے بستر پر جا بیٹھا اور بغور باہر کی آوازیں سننے لگا۔ وقار صاحب اس کے ابوؐ آفس جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ابو کو خدا حافظ کہتے ہوئے امی کی آواز آئی۔ پھر گاڑی اسٹارٹ ہو کر باہر جانے کی آواز سن کر علی نے ایک گہری سانس لی۔ اُسی وقت امی کمرے میں داخل ہوئیں۔

"علی" امی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "بیٹے تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"امی میرے سر میں درد ہو رہا ہے مجھے چائے دے دیں میں گولی کھا کر سونا چاہتا ہوں"

"دیکھ بیٹے!" امی نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا "تمہیں کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتا کیوں نہیں دیتے۔ میں تمہاری ہر طرح سے مدد کروں گی۔ اور تم......!"

"امی!" علی نے تیزی سے کہا "میرے سر میں درد ہو رہا ہے اور آپ!"

"اچھا!" علی کی امی نے افسوسناک لہجے میں کہا "تم نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ، مگر اگر آئندہ تم نے مجھ سے اس لہجے میں بات کی تو بہت بُرا ہوگا۔ تم سے پیار کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ تم ماں، باپ اور اپنے چھوٹوں، بڑوں سے گفتگو کا قرینہ بھول جاؤ، سمجھے!" یہ کہہ کر امی باہر چلی گئیں۔ اور علی ہیڈ کوارٹر جانے کی پلاننگ کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد علی کے گھر کے بوڑھے ملازم بابا خیرو اس کے لئے دودھ لے کر آئے اور خاموشی سے میز پر رکھ کر چلے گئے۔ آج کل وہ بھی کچھ چُپ چُپ تھے۔ علی نے ان کے جاتے ہی دودھ پیا۔ اس کے بعد کمرے کا دروازہ اندر سے اچھی طرح بند کیا۔ کھڑکیوں کے پردے برابر کئے اور عقبی سمت کھلنے والی کھڑکی سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب باورچی خانے سے امی باہر نکلیں تو دروازہ بند دیکھ کر انہوں نے سوچا "علی دودھ پی کر

سو گیا شائد !" مگر علی شہر میں مغربی سمت سے ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

علی جب ہیڈ کوارٹر پہنچا تو وہاں پر فیصل، جاوید اور آصف پہلے سے ہی موجود تھے۔ اور بے چینی سے ماسٹر کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ علی پر نظر پڑتے ہی جاوید نے تیزی سے آگے بڑھ کر کہا "علی مبارک ہو آج یقیناً پانچ سو روپے کا انعام تمہارا ہی ہے"

تمہیں کیسے پتہ؟" علی نے حیرت سے پوچھا۔

"ظاہر ہے ماسٹر نے ہم چاروں کو جو کام دیا تھا اُسے سب سے پہلے تم نے مکمل کیا ہے، یار ہمارے جو پی ٹی ماسٹر ہیں نا وہ بہت سخت ہیں بس ان ہی کی وجہ سے گڑبڑ ہو گئی ورنہ .....!" جاوید نے غصے سے ایک ہاتھ سے مکا دوسری ہتھیلی پر مارتے ہوئے کہا "لیکن میری مٹھائی پکی !"

"بالکل پکی۔" علی نے گرمجوشی سے کہا اور آصف اور فیصل کی جانب متوجہ ہو گیا جو منہ لٹکائے بیٹھے تھے۔

بھی ناکام ہوئے !" جاوید نے آہستگی سے کہا تھوڑی دیر کے بعد ماسٹر صاحب آ گئے ماسٹر صاحب کے ہمراہ ایک آدمی اور بھی تھا۔ جس کے سر پر سُرخ رنگ کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ماسٹر کے آتے ہی کاروائی شروع ہو گئی

"رپورٹ" ماسٹر نے سب سے پہلے جاوید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ماسٹر۔!" جاوید نے کہنا شروع کیا۔ آپ کی ہدایت کے مطابق آج میں نے کئی لڑکوں سے بات کرنے کے بعد لڑکوں کو کلاسوں سے باہر کھیلنے کے لئے آمادہ کر لیا تھا۔ لڑکے تیار بھی تھے مگر۔! جاوید کہتے کہتے رُک گیا۔

مگر کیا؟ ماسٹر نے سوال کیا۔

مگر جناب عین وقت پر ہمارے پی ٹی ماسٹر آ گئے۔ ان کے آتے ہی سارے لڑکے خوفزدہ ہو گئے۔ اور انہوں نے مارے ڈر کے کچھ بھی نہیں کیا وہ تو ایسے بن گئے جیسے کچھ جانتے ہی نہیں !"

"ہونہہ "؛ ماسٹر نے غصے سے ہنکارہ بھرا۔ گویا تم ناکام ہوئے تم میں آگے بڑھنے اور لیڈر بننے کی صلاحیت نہیں میں حیران ہوں کہ آخر تم جیسے نکمے آگے چل کر کس طرح لیڈر یا ایک بڑے مشہور آدمی کس طرح بنیں گے میرا خیال ہے کہ اب تم سے مزید کوئی کام نہ لیا جائے اور .....!"

"ماسٹر مجھے ایک موقع اور دیجئے، میں یقین دلاتا ہوں کہ اس بار ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔" جاوید نے کہا مگر ماسٹر نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے فیصل کی طرف دیکھ کر کہا "رپورٹ۔!"

فیصل نے کہا "ماسٹر لڑکے سننے کو تیار ہی نہیں ہوتے، میں کیا کروں"

"آصف"

ماسٹر میں نے آج سے اپنا کام شروع کر دیا ہے دو چار دن میں بخار کی وجہ سے اسکول نہ جاسکا اس لئے۔!"
نکمو۔!" ماسٹر نے اچانک گرج کر کہا "تم میں ذرا بھی صلاحیت نہیں ہے" ہیرو بننے، اخباروں میں نام چھپے تصاویر کھینچوانے کا شوق تھا تمہیں۔ شرم نہیں آئی تم کو اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے اور تم ......!"

ماسٹر نے علی کی طرف دیکھ کر "تم بھی ایسی ہی کوئی کہانی سناؤ۔ ڈرپوک چوہے!"

"نہیں ماسٹر۔! علی نے سنجیدگی سے کہا "میں نے آج اپنا کام مکمل کر لیا.....!"

"کیا؟" ماسٹر نے حیرانگی سے کہا۔

"ہاں ماسٹر"، علی نے کہنا شروع کیا "تم سے ہدایت ملتے ہی میں نے دھیرے دھیرے یہ جائزہ لینا شروع کیا کہ کس کس کی امتحان کی تیاری مکمل نہیں ہے۔ زیادہ تر لڑکوں کی تیاری مکمل نہیں تھی۔ میں نے ان سے کہا اگر امتحان ہوئے تو تیاری نہ ہونے کی وجہ سے ہم سب فیل ہو جائیں گے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم امتحان نہ ہونے دیں۔ چنانچہ اس کی اب یہی صورت ہے کہ ہم اپنے حق کے لئے لڑیں۔ لڑکوں نے سوال کیا کیسے؟ میں نے جواب دیا۔ ہم آج کلاسوں میں نہیں بیٹھیں گے اور کہیں گے کہ کیونکہ اس سال کی زیادہ تر کتابیں تعلیمی سال شروع ہونے کے چار پانچ ماہ بعد آئی ہیں اس لئے اتنے ہی لیٹ امتحانات ہوں۔ تاکہ ہماری تیاری مکمل ہو۔ اس پر لڑکوں نے پوچھا۔

"ایک ہمارے احتجاج سے کیا ہو گا میں نے انہیں سمجھایا کہ پہل کسی نہ کسی کو کرنا ہی پڑتی ہے۔ ہم صحیح ہیں اس لئے دوسرے ہائی اسکول کے طالب علم بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔ میری اس بات پر لڑکے میرا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے۔ اور کل ہم نے کلاسوں کا بائیکاٹ کیا اور اپنے مطالبات پیش کئے۔!"

" شاباش۔ علی شاباش یقیناً تم آئندہ کے لئے ایک شاندار لیڈر، ایک بہت بڑے قومی راہنما بننے کے قابل ہو ہم تمہیں مبارک باد دیتے ہیں۔ اور پانچ سو روپے کا انعام بھی۔ تم یقیناً بہت ترقی کرو گے اور انقلابی بنو گے۔! ماسٹر نے بے حد خوش ہو کر کہا اور پانچ سو کا ایک نوٹ نکال کر علی کو دیا۔ علی نے نوٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ماسٹر انقلابی کسے کہتے ہیں؟"

"علی انقلابی اُسے کہتے ہیں جو ملک میں حالت کو یکسر بدل دے۔ جو وُہ چاہے وہی ہو، جو نہ چاہے وہ نہ ہو۔ اگر تم اسی طرح محنت کرتے رہے تو ہم تمہیں پستول، بندوق وغیرہ بھی چلانا سکھا دیں گے۔ ایک انقلابی کو ہر طرح کے ہتھیار بھی استعمال کرنا آنا چاہیئے۔ کیا تم نے انگریزی فلمیں نہیں دیکھیں جس میں ایک انقلابی جسے عام لوگ قاتل ڈاکو کہتے ہیں کس طرح ہتھیاروں کو استعمال کرتا ہے؟"

"جی ہاں لیکن کیا میں ایسا بن سکتا ہوں؟" علی نے بے انتہا شوق سے پوچھا۔

"بالکل کیوں نہیں۔ بس اب تم لوگ جاؤ اور اسی طرح کام کرتے رہو، امتحان نہ ہونے دو، ورنہ تم سب فیل ہو جاؤ گے۔" ماسٹر نے کہا یہ گویا میٹنگ ختم ہونے کا اشارہ تھا۔ ہیڈ کوارٹر سے نکلنے کے بعد وہ چاروں الگ الگ راستوں پر چل پڑے۔ علی دوبارہ کھڑکی کے ذریعے اپنے کمرے میں پہنچ کر بستر پر لیٹ گیا۔ مگر اُسے نہیں معلوم تھا کہ کوئی اس کی نگرانی کر رہا تھا۔

یہ ایک ہفتے قبل کی بات تھی۔ علی اچھا خاصا ذہین لڑکا تھا۔ ہر سال امتیازی نمبروں سے پاس ہوتا ہوا وہ دسویں میں آگیا تھا۔ مگر دسویں میں آتے ہی ملک میں کچھ تھوڑی سی افراتفری ہوگئی اور یوں ہر شعبۂ زندگی کا کام متاثر ہوا۔ اور اسی وجہ سے تعلیمی سال بھی تاخیر سے شروع ہوا پہلے جو کتابیں سال شروع ہوتے ہی آجاتی تھیں اس مرتبہ پانچ ماہ کی تاخیر سے آئیں۔ کتابیں دیر سے آنے کے باعث پڑھائی بھی نہ ہوسکی اور بہت سارا کورس نامکمل رہ گیا۔ دوسری طرف امتحانات کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا۔ لڑکے تن دہی سے پڑھائی میں مصروف ہو گئے۔

جاوید کی علی سے تھوڑی بہت سلام دُعا تھی۔ کبھی کبھی تقریری مقابلوں میں علی اور جاوید کی ملاقات ہو جاتی تھی۔ یہ ساری بات جاوید ہی سے شروع ہوئی تھی۔

جاوید کی تیاری تو بالکل بھی نہ تھی۔ سارا دن اِدھر اُدھر کی آوارگی کی وجہ سے وہ پڑھائی سے بالکل غافل ہو چکا تھا۔ اوپر سے امتحان میں صرف پندرہ دن رہ گئے تھے۔ وہ اسی پریشانی کے عالم میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص اس کے نزدیک آکر بیٹھ گیا۔ جاوید اس وقت اپنے گھر سے تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے پبلک پارک میں بیٹھا تھا۔

"لڑکے تم کافی پریشان لگتے ہو؟" اس شخص نے کہا۔

"آں ... ہاں" جاوید نے چونک کر کہا۔

"کیا وجہ ہے؟" آدمی نے پوچھا "ارے یہ امتحان۔" جاوید نے جواباً پوری بات بتا دی۔ ساری بات سن کر وہ اجنبی مُسکرایا اور کہنے لگا: "یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہوا؟"

"کیا مطلب؟"

"بھئی اگر دو چار ذہین لڑکے میرے پاس لے آؤ تو میں ایسی ترکیب بتاؤں کہ تمہیں پڑھنا بھی نہ پڑے اور تمہاری چھٹیاں بھی ہو جائیں۔"

"وہ کس طرح" جاوید نے دلچسپی سے پوچھا۔

"جب لے کر آؤ گے تو بتاؤں گا" اجنبی نے کہا اور اسے اپنا پتہ سمجھانے لگا۔

"جاوید، فیصل، آصف اور علی   چاروں جمع تھے۔ یہ چاروں الگ الگ ہائی اسکولوں میں زیرِ تعلیم تھے اور ماسٹر ان سے کہہ رہا تھا۔

"اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ لوگ رہنما بننے کے بعد تاریخ میں زندہ رہیں۔ لوگ آپ کو یاد رکھیں تو پھر اپنے حقوق کے لئے لڑیئے۔ اگر آپ متحد ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو نہیں ہلا سکتی۔ میں آپ کو طریقۂ کار بتاتا ہوں۔ آپ احتجاج کریں۔ محکمۂ تعلیم سے کہیں کہ وہ امتحان کی تاریخ بڑھائے ورنہ آپ امتحان میں نہیں بیٹھیں گے۔ اسکول نہیں آئیں گے۔ پڑھائی نہیں کریں گے۔ ٹریفک روک دیں گے۔ سڑکوں پر بیٹھ جائیں گے۔ سمجھیں۔ جائیں۔!"

"علی نے اپنے اسکول میں کلاسوں کی ہڑتال کرا دی۔ لڑکے اس کی ذہانت سے متاثر تھے۔ اور یہ بات بظاہر ان کے لئے مفید بھی تھی۔ اس لئے وہ علی کے ساتھ ہو گئے۔ مگر ان میں وہ لڑکے زیادہ تھے جو کام چور اور نکمے تھے۔ جن کے امتحان اگر دو سال بعد ہوتے تب بھی فیل ہی ہوتے۔

اس کی اطلاع جب علی کے والد کو ہوئی تو انہوں نے بڑی سختی سے پوچھ گچھ کی مگر علی خاموش رہا۔

تیسرے دن شہر کے چار دیگر اسکولوں نے کلاسوں کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ ایک ہفتے کے بعد شہر کے آدھے سے زیادہ اسکول بند تھے۔ سیکنڈری بورڈ سے آئے ہوئے ہزاروں اڈمٹ کارڈ اسکول آفس میں پڑے تھے مگر کوئی لڑکا انہیں لے نہیں رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے؟" ہائی اسکول تعلیمی بورڈ کے چیئرمین نے کہا۔ امتحان کس طرح ملتوی ہو سکتے ہیں۔"

"جناب لڑکے امتحان ہی نہیں دیں گے تو پھر امتحان کیسے ہوں گے؟"

"اوہ۔!"

بورڈ کے چیئرمین نے حیرت سے کہا۔

"ٹیلی فون کی گھنٹی بجی انسپکٹر نے فون اٹھایا "ہیلو؟"

"جناب ہائی اسکول کے لڑکوں نے مرکزی سڑک بند کر دی ہے اور سب اپنے اپنے بستے لئے سڑک پر بیٹھے ہیں۔!"

"اوہ۔ بس ابھی آتا ہوں"

کئی گھروں میں ٹیلی فون کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ اور ہر فون پر یہی کہا جا رہا تھا۔ "جناب لڑکوں پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا ہے۔ کیا آپ کا بچہ بھی سڑک پر موجود ہے ذرا اُسے دیکھئے کہیں وہ۔!" اس کے بعد فون بند

ہو جاتا"

دیکھتے ہی دیکھتے وہ شہر جو گذشتہ چند مہینوں سے سکون اور محبت کی فضا میں سانس لے رہا تھا افراتفری کا شکار ہو گیا۔ جگہ جگہ لوگ گھروں سے نکل آئے دیکھتے ہی دیکھتے پورے شہر میں ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کوئی بہت بڑا حادثہ ہونے والا ہے۔"

ان سب حالات کے باوجود لڑکے سڑک پر بیٹھے تھے۔ اور ان کا لیڈر علی تھا۔

"جناب معاملہ بے حد اہم ہے ہم بچوں پر تشدد نہیں کر سکتے یہ معصوم بچے ہیں۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو شہر میں پھر سے ہنگامے پھوٹ پڑیں گے!"

وزیراعلیٰ کو رپورٹ دیتے ہوئے آئی جی نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم خود وہاں چل کر بچوں سے بات کریں گے" - وزیراعلیٰ نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وزیراعلیٰ کی کار مرکزی سڑک پر تھی۔ اور وزیراعلیٰ علی سے گفتگو کر رہے تھے۔ علی کے ہمراہ جاوید فیصل اور آصف بھی تھے۔

"بیٹا آپ کیا چاہتے ہیں؟" وزیراعلیٰ نے نرمی سے پوچھا۔

"امتحانات کی تاریخ بڑھائی جائے۔ جتنی دیر میں کتابیں آئی ہیں اتنی ہی دیر کے بعد امتحان لیا جائے" علی نے کہا۔

لیکن کیا اس کے لئے یہ طریقہ کار مناسب ہے بیٹے جو آپ نے اختیار کیا؟ وزیراعلیٰ نے حسبِ معمول نرمی سے پوچھا۔

"ہم انقلابی ہیں اور ہمیں ہر راستہ اختیار کرنے کا حق ہے!" علی نے اعتماد سے کہا۔

"انقلابی" وزیراعلیٰ نے بُری طرح چونک کر کہا۔ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟

ماسٹر کا کہنا ہے کہ انقلابی وہ ہوتا ہے جو ملک کو یکسر بدل دے۔ ہم نے ابھی تاریخ بدلنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ ہم اور کیا کیا بدلیں!"

وزیراعلیٰ بری طرح چونک گئے۔ یہ بچے نہیں ان کے پیچھے کوئی اور ہے کوئی ایسا جو ان بچوں کو غلط مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے باتوں ہی باتوں میں علی سے ماسٹر کا حلیہ اور ہیڈ کوارٹر کا مقام پوچھ لیا۔ اس طرح کے علی کو احساس ہی نہ ہو سکا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے ساتھ آئے ہوئے ایک آدمی کو اشارہ کیا وہ فوراً ہی وہاں سے چلا گیا۔

"بیٹے علی آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ سچ سچ بتائیں گے ؟"

"جی"

فرض کریں آپ والد سے پندرہ دن بعد کہیں جانے کا پروگرام طے کرتے ہیں۔ پھر اچانک ہی وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ انہیں تین دن بعد جانا ہے۔ اب آپ کیا کریں گے ؟

"میں جلدی جلدی تیاری کروں گا" علی نے جواب دیا۔ "جو چیزیں موجود ہوں گی وہ ہی لوں گا"

"بہت خوب" وزیر اعلیٰ نے کہا "آپ ایک ذہین بچے ہیں۔ کیا آپ اس کے برعکس گھر چھوڑ جائیں گے، یا فرنیچر توڑیں گے ؟

"نہیں جناب"

"کیوں !"

"اس لئے کہ میں اپنے والد کا کہنا مانتا ہوں اور اپنے گھر سے محبت کرتا ہوں اس لئے میں ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا جس سے میرے گھر کو نقصان پہنچے۔" علی نے فوراً کہا۔

"لیکن آپ نے اپنے گھر کو نقصان پہنچایا۔ اپنے محبت کرنے والوں کو دکھ پہنچایا۔"

"وہ کس طرح جناب ؟"

"آپ کو معلوم ہے آپ نے سڑک بند کر رکھی ہے اس سڑک پر سے روزانہ کتنے ہی انجنیئر۔ ڈاکٹرز، کارخانوں میں کام کرنے والے، بندرگاہ، ڈاکخانے، بجلی گھر، تار گھر میں کام کرنے والے لوگ آتے جاتے ہیں مگر آج کوئی نہیں گذرا۔ اسپتال میں مریض انتظار کر رہے ہوں گے۔ ڈاکٹروں کا، کیا خبر کہ اب تک کوئی مریض مر بھی چکا ہو۔ بندرگاہ پر باہر کے جہازوں پر سے سامان اتارا چڑھایا جاتا ہے۔ آج وہ بھی نہ ہوسکا کتنا نقصان ہوا ملک بھر میں اہم ضرورت کے کتنے ہی تار خط ٹیلی فون نہ ہوسکے۔ کتنا نقصان ہوا۔ یہ ملک ہمارا گھر ہے۔ اور بیٹا آپ کو اندازہ ہے کہ اب تک کتنا نقصان ہو چکا ہے یہ شہر ابھی زبردست ہنگامے سے بچا ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ افواہ پھیل گئی تھی کہ پولیس آپ کو پیٹ رہی ہے اس پر سارے شہر میں زبردست بے چینی پھیل گئی تھی۔"

"کیا یہ ملک جو قائد اعظم، علامہ اقبال، محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، لیاقت علی خان نے اس لئے بنایا ہے کہ اس ملک کے رہنے والے پیارے بچے اپنی تعلیم چھوڑ کر سڑکوں کو بند کریں۔ بجائے اسکولوں کے آپ لوگ اپنا دھیان انگریزی فلموں پر لگائیں۔ اور انقلابی بنیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ انقلابی کہاں ہوتے ہیں؟ جہاں ظلم ہو

برائی ہو وہاں۔"

وزیراعلیٰ کی باتیں علی ہی نہیں سڑک پر بیٹھے ہوئے ہزاروں بچے سن رہے تھے اور علی سمیت سب کو احساس ہو رہا تھا کہ ان سے غلطی ہوئی۔ وزیراعلیٰ کہہ رہے تھے۔

"آپ سوچئے اگر پانچ مہینے آپ کے امتحان بڑھا دیئے جائیں تو اس حساب سے ہر کلاس کے امتحان بڑھانا پڑیں گے۔ آپ بتائیے پھر آپ کے پانچ مہینوں کے بجائے پورے ملک کا امتحانی نظام متاثر ہوگا یا نہیں آپ کو جس نے بھڑکایا۔ وہ سچا پاکستانی نہیں۔ بلکہ وہ پاکستان کا دشمن ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب" علی نے شرمندگی سے کہا "واقعی ہماری سمجھ میں نہیں آئی یہ بات،

"کوئی بات نہیں بیٹے" وزیراعلیٰ نے نرمی سے کہا۔

"سچے مسلمان اور اچھے محبِّ وطن پاکستانی وہی ہیں جو اپنی غلطی کا اعتراف کرلیں اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ امتحان آج سے ایک ماہ بعد ہوں گے۔ اور وہیں تک ہوں گے جہاں تک آپ نے کتابیں پڑھی ہیں۔

"بولیئے منظور۔؟"

"منظور۔! تمام لڑکوں نے بیک وقت جواب دیا۔

"پاکستان۔! وزیراعلیٰ نے پوری قوت سے کہا۔

"زندہ باد۔! سینکڑوں لڑکوں کے نعروں سے پورا شہر گونج اٹھا۔

"دوسرے دن اخبار میں خبریں تھیں۔ "لڑکوں کو اُکسانے والا ماسٹر گرفتار۔ ماسٹر ایک غیر ملکی ایجنٹ تھا جو پاکستان میں گڑبڑ پھیلانے آیا تھا۔ اُسے اِس وقت گرفتار کیا جب وہ بھاگنے کی تیاری کر رہا تھا۔

دوسری خبر تھی۔

ملک بھر میں مار دھاڑ والی، بچوں میں تشدد آمیز رجحان والی انگریزی فلموں پر پابندی

اور شہر بھر کے نوجوان طالب علم ہنستے مسکراتے اپنے بستے اٹھائے ہوئے اسکول جا رہے تھے۔ جہاں علم اور روشنی ان کی منتظر تھی۔!

جوابات۔ پزل صفحہ نمبر ۲۴

شاہ بلوط (۲) دیوار (۳) ہارن بیم (۴) ایک انگریزی درخت ایلم (۵) ایک انگریزی درخت لائم (۶) چنار (۷) سویٹ چیسٹ نٹ (۸) صنوبر

میری ڈائری

ڈائری لکھنا بھی دیگر مشاغل کی طرح ایک مشغلہ ہے ۔ مگر یہ مشغلہ نسبتاً بڑوں میں زیادہ مقبول ہے ۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ چھوٹی عمر کے لوگ ڈائری نہیں لکھ سکتے، ہمارے مشاہدے میں کئی ایسے طلبہ و طالبات اور نو آموز قلم کار آئے ہیں جو اپنی ڈائری بے قاعدگی یا باقاعدگی سے لکھتے ہیں مگر لکھتے ضرور ہیں۔ یقیناً لکھتے پڑھتے رہنا ایک اچھی عادت ہے، ڈائری لکھنے کا ہر ایک کا اپنا علیحدہ ایک انداز ہے ۔ کسی کی ڈائری اشعار سے مزین ہے تو کسی کی اقتباسات سے، کوئی اپنے تاثرات کو ڈائری میں قلم بند کرتا ہے تو کوئی اپنے روزمرّہ کے معمولات کو،

اگر آپ ڈائری لکھتے ہیں تو آپ کی ڈائری میں بھی کوئی پیارا سا شعر، کوئی مفید قول، کوئی گُر کی بات یا کوئی حکیمانہ سا نکتہ ضرور ہوگا، اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کی ڈائری کا کوئی ورق دوسروں کے لیے بھی مفید اور معلوماتی ہو سکتا ہے یا اُن کے ذوقِ مطالعہ کو تسکین بخشتا ہے تو پھر ایک لمحے کی بھی دیر نہ کیجیے، ڈائری کے اس ورق کی ایک نقل فوراً ہمیں بھجوا دیجیے ۔ ہم اسے آپ کے نام کے ساتھ بہت جلد "میری ڈائری" میں شامل کریں گے ۔

آپ کی ڈائری کے خوبصورت گوشوں سے انتخاب

۳/ نومبر ۸۷ء

میں نے اپنے دوست سے پوچھا - یار بتاؤ یہ جو شادی کارڈوں وغیرہ پر لکھا ہوتا ہے کہ "ج مس ج م ف" اس کا کیا مطلب ہے ؟" جوتوں سے مرمّت فرمائیں" میرے دوست نے اطمینان سے جواب دیا ۔

(عمران احمد، ایف بی ایریا، کراچی)

۵/ جنوری ۸۹ء

آسمانِ وفا کے ستارو... سر زمینِ وطن کے بہادرو ... اے شہیدو ... ہمارے شہیدو، ... اس چمن میں سَدا مسکراؤ تم، ... ہمیں یاد آؤ گے تم ۔ (آصف صدیق علی ، رحیم یار خان)

۱۷/ مئی ۸۷ء

میری دوست نے مجھے کامیابی کا کارڈ بھیجا ۔ اس میں دُعائیہ الفاظ درج تھے ۔ بلاشبہ یہ الفاظ میری

دوست کے خلوص کا آئینہ دار ہیں۔ اس دُعا کے ساتھ اپنی ڈائری میں محفوظ کر رہی ہوں کہ اے خدا... میری اس دوست کو ہمیشہ خوش و خرم رکھنا۔ آمین ،... پیاری دوست... سدا خوش رہو، ہمیشہ انسانیت کی خدمت کو اپنی زندگی کا اہم ترین مقصد سمجھو کیوں کہ ؎ ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے - آتے ہیں جو کام دوسروں کے۔
(صدف جمیل، کراچی)

۱۰ر فروری ۸۸ء

آج صبح جب لائبریری گیا تو "روزنامہ امن کراچی" میں یہ بات لکھی نظر آئی۔
"جھوٹ تمام بُرائیوں کی جڑ اور سچ تمام بُرائیوں کا علاج ہے۔ جھوٹے کو اپنا دوست نہ رکھو اور سچّے آدمی سے دوستی بڑھاؤ۔ جو شخص زبان کا کھوٹا ہو وہ دل کا بھی کھرا نہیں ہوتا۔"
عامر ظفر۔ دستگیر سوسائٹی فیڈرل بی ایریا۔ کراچی

۱۵ر اگست ۸۸ء

(ا) "اپنے وطن کی خدمت کرنا، اس کی خاطر مرنا، اس کو آزاد رکھنا، اپنے وطن پر آنچ نہ آنے دینا تم سب اس قوم کے موتی ہو، اگر تم نے اتفاق و اتحاد نہ رکھا تو ان کی روشنی ماند پڑ جائے گی اور تم لوگ بے کار کر دیے جاؤ گے۔"

(اا) حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے ایک شعر کی تشریح کچھ یوں ہے۔
"دریا کے کنارے لگے ہوئے پودوں میں کتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ جب ڈوبنے والا ان کو بچنے کے لیے پکڑتا ہے تو وہ اس کو بچا لیتے ہیں یا پھر اُس کے ساتھ ہی پانی میں تیرنے لگتے ہیں یا ڈوب جاتے ہیں۔"
مرسلہ - سہیل احمد ثاقب - بشیر آباد - سندھ

۱۲ر جون ۸۸ء

آج شام جب میں کھیل کے میدان سے واپس آ رہا تھا تو ایک مسجد کے قریب کچھ نوجوان لڑکے کھڑے خوش گپیوں میں مصروف تھے اور قہقہے لگا رہے تھے، اس وقت مسجد میں نماز ادا کی جا رہی تھی۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ ہم کتنے خود غرض، بے خوف اور دُنیا کی رنگینیوں میں کھو کر رہ گئے ہیں۔ خدا ہمیں صحیح راہ پر چلائے۔ (آمین)
گل خرم گل۔ تھارو شاہ۔ نواب شاہ

۳ر جنوری ۱۹۸۹ء

آج صبح جب میں اپنی کلاس روم میں داخل ہُوا تو مجھے ایک نیچے پڑا ہُوا کاغذ ملا، میں نے اُسے

اُٹھایا کہ اگر اس میں اللہ، محمدؐ کا نام ہے تو اُسے اُونچی جگہ رکھ دُوں، جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں یہ اقوالِ زرّیں تھے۔ جو میں نے فوراً اپنی نوٹ بُک میں لکھ لیے۔

۱۔ گناہ کسی نہ کسی صورت سے دل کو بے قرار رکھتا ہے۔

۲۔ جاہل اپنے دل میں جو کچھ ہے ظاہر کر دیتا ہے، مگر دانشمند اُسے آخری موقع تک چُھپائے رکھتا ہے۔

محمد ارشد۔ بسوال۔ ساھیوال

۸ر اپریل ۱۹۸۸ء

جمعہ کا دن تھا اور ہماری کرکٹ ٹیم جس کا کپتان میں تھا، کا میچ تھا۔ جس ٹیم سے ہمارا میچ تھا اس سے قبل ہماری ٹیم دو مرتبہ اس سے ہار چکی تھی، کیوں کہ اس ٹیم میں ہماری ٹیم سے زیادہ تجربہ کار اور باصلاحیت کھلاڑی موجود تھے۔ میں اسی کشمکش میں کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا کہ میری چھوٹی بہن میری ڈائری اُٹھا کر لائی جو میں نے رات کو لکھنے کے بعد ٹیبل سے اُٹھانا بھول گیا تھا میں نے ڈائری لے کر ویسے ہی ورق گردانی شروع کر دی کہ اچانک میری نظر اس شعر پر پڑ گئی۔

نہ شکوہ کر مقدر پہ مقدر آزماتا جا   نہ ڈر منزل کی دُوری سے قدم آگے بڑھاتا جا

اس شعر کو پڑھنے کے بعد میرے اندر ایک عجیب سا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اور بے اختیار میرے منہ سے یہ نکلا: "یہ میچ ضرور جیتیں گے"۔ پھر میں ڈائری رکھ کر باہر چلا گیا اور دوسرے کھلاڑیوں کی بھی ہمت بندھائی اور کہا کہ "ہمت ہارنے سے کچھ نہیں ہوتا ہمیں یہ میچ جیتنا ہے اور ضرور جیتنا ہے"۔ نجانے کیا بات تھی کہ ہماری ٹیم آج بہت ہی اچھا کھیلی اور یہ میچ مخالف ٹیم سے پانچ وکٹوں سے جیت لیا شاید یہ سب ہمارے اس جوش و جذبے کا کمال تھا جس نے ہمیں کامیابی سے ہمکنار کیا۔

شوکت جاوید۔ کیماڑی کراچی

۱۹ر جون ۱۹۸۸ء

آج میں کام سے فارغ ہوئی تو ایک رسالے کا مطالعہ کرنے بیٹھ گئی۔ اس میں چند شخصیات کے اقوال لکھے ہوئے تھے جو مجھے بہت پسند آئے اور میں نے انہیں اپنی ڈائری کی زینت بنا لیا۔

۱۔ جب تم کمزوروں کو کچھ دے نہیں سکتے تو اُن سے مہربانی سے پیش آؤ۔

۲۔ خود کو صندل کی لکڑی کی طرح بناؤ کہ جس کلہاڑی سے کاٹو اُسے بھی خوشبودار کرو۔

ثمینہ جبین، بنارس کالونی، خیرپور میرس

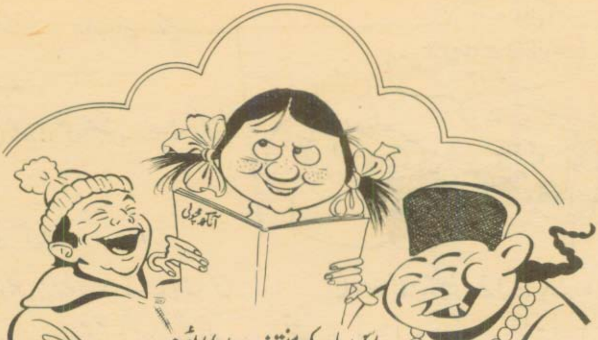

اِس ماہ کے منتخب لطائف

کھٹے میٹھے

(اِنعامی لطیفہ)

ایک اخباری رپورٹر ایک بھکاری کا انٹرویو لے رہا تھا۔ اُس نے بھکاری سے پوچھا "بھیک مانگنے کے کچھ اصول بھی ہیں؟"

بھکاری نے جواب دیا "ہمارے تین اصول ہیں پہلا یہ کہ ہر شخص سے مانگو۔ دوسرا یہ کہ ہر چیز مانگو۔ تیسرا یہ کہ ہر وقت مانگو۔"

حافظ محمد یعقوب ربانی ۔ گوجرانوالہ

ایک غائب دماغ پروفیسر ایک مضمون لکھنے میں مصروف تھے اچانک اُنھیں احساس ہوا کہ پینسل موجود نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے پینسل کے بارے میں دریافت کیا۔

"تمہارے کان پر لگی ہے" بیوی نے جواب دیا۔

"تم جانتی ہو بیگم کہ میں بہت مصروف آدمی ہوں، صاف صاف کیوں نہیں بتاتیں کون سے کان پر" پروفیسر صاحب نے چیخ کر کہا۔

منیر احمد فاصل، لاہور

ایک بار ایک بزرگ مرزا غالب سے ملنے آئے۔ شام کا وقت تھا اندھیرا ہو گیا تھا۔ بزرگ اُٹھے اور جُوتا تلاش کرنے لگے۔ مرزا صاحب خود موم بتی لے کر آگے بڑھے بزرگ نے کہا۔

"مرزا صاحب آپ خواہ مخواہ تکلیف نہ کریں، میں اپنا جُوتا خود تلاش کر لوں گا۔"

مرزا بولے "بھائی میں موم بتی تمہارا جُوتا تلاش کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے لایا ہوں کہ آپ کہیں غلطی سے میرا جُوتا پہن کر نہ چلے جائیں۔"

ناصر خان کوہرائی ۔ اوکاڑہ

لڑکے کا باپ (اُستاد سے) "جناب آپ نے میرے لڑکے کو صفر کیوں دیا ہے؟"

اُستاد: "بھائی مجبوری تھی۔ صفر سے چھوٹا اور کوئی ہندسہ نہیں ہے۔"

محمّد ضعیر، کراچی

ایک پادری اور بس ڈرائیور حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ مرنے کے بعد پادری یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ڈرائیور کو جنّت میں بھیج دیا گیا۔ جبکہ فرشتے اس کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" پادری نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "میں نے یقیناً بس ڈرائیور سے زیادہ عبادت کی تھی تو پھر یہ فیصلہ کیوں؟"

ایک فرشتے نے جواب دیا: "بات دراصل یہ ہے کہ جب تم چرچ میں وعظ کرتے تھے تو لوگ سو جایا کرتے تھے۔ جبکہ بس ڈرائیور بس چلاتا تھا تو لوگ سچے دل سے خدا کو یاد کرتے تھے۔"

محمد اسماعیل، سکھر

ایک شکاری (دوسرے شکاری سے) "میں نے شیر کو چیر پھاڑ دیا۔ ہاتھی کو سونڈ سے پکڑ کر نیچے پٹخ دیا۔ گینڈے کو مکا مار کر ڈھیر کر دیا۔"

دوسرا شکاری حیرت سے: "پھر کیا ہُوا؟"

پہلا شکاری: "ہونا کیا تھا کھلونوں کی دکان کے مالک نے مجھے باہر پھینک دیا۔"

سونیا حیدر، راولپنڈی

ایک مقامی بلیڈ کمپنی نے اپنے تیار کردہ بلیڈوں کی تشہیر کے لیے اخبارات میں کچھ یوں اشتہار دیا۔

"اس ماہ شہر میں جتنے بھی جیب کترے پکڑے گئے ہیں، اُن سب کے پاس سے ہماری ہی کمپنی کے تیار کردہ بلیڈ برآمد ہوئے ہیں۔ اس سے آپ ہمارے تیار کردہ بلیڈوں کی اہمیت و مقبولیت اور کارکردگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔"

سیّد محمّد رضوان، کوٹ غلام محمّد، تھرپارکر

بھائی جان (منّے سے) "نہر میں نہانے چلیں"

منّا۔ "نہیں"

بھائی جان: "کیوں؟"

منّا: "اگر میں نہر میں ڈوب گیا تو ماسٹر صاحب میری پٹائی کریں گے۔"

صائمہ محمود۔ لاھور

اُستاد بڑی وضاحت سے شاگردوں کو جھوٹ بولنے کے نتائج سے آگاہ کر رہا تھا: "جھُوٹ بولنے والے کے دِل کو کبھی چین نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی سے سخت ناراض ہوتا ہے۔ اس لیے جھُوٹ ہرگز نہ بولو۔"

ابھی اُستاد اس موضوع پر بات کر ہی رہا تھا کہ ہیڈ ماسٹر نے اطلاع بھجوائی کہ محکمہ تعلیم کے اعلیٰ آفیسر

اسکول کا معائنہ کرنے کے لیے آرہے ہیں۔ چنانچہ طلبہ کو ضروری ہدایات دے دی جائیں۔ اُستاد نے طالب علموں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "دیکھو اگر کوئی آفیسر تم سے پوچھے کہ کیا صفائی روزانہ ہوتی ہے تو تم نے "ہاں" میں جواب دینا ہے۔ اگرچہ صفائی تین چار روز کے بعد ہوتی ہے۔"

محمد ناصر، گجرات

ایک بچہ پہلے دن اسکول گیا۔ چھٹی کے بعد گھر واپس آیا تو ماں نے خوشی سے پوچھا "بیٹا! پڑھ آئے؟"

بچّے نے معصومیت سے جواب دیا: "نہیں امی کل پھر جانا پڑے گا۔"

محمد حسن رضا گوندل، منڈی بہاؤالدین

ایک شخص (دوسرے سے) "اگر میں دیکھوں کہ ایک آدمی اپنے گدھے کو بے دردی سے مار رہا ہے اور اگر میں اُسے ایسا کرنے سے روکوں تو اس جذبے کو کیا کہیں گے؟"

دوسرا شخص۔ "برادرانہ محبّت"

سیما شمس، شاہ فیصل کالونی، کراچی

ڈاکٹر دل محمد کے مطب میں آنے والے مریضوں کی تعداد اچانک گھٹنے لگی تو وہ بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے اس سلسلے میں اپنے سینئر ڈاکٹر سے مشورہ کیا۔ سینئر ڈاکٹر نے کہا کہ وہ کسی روز مطب میں آئے گا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ اس کے مریضوں کی تعداد کیوں گھٹ رہی ہے۔

کچھ روز بعد وہ سینئر ڈاکٹر دل محمد کے مطب پہنچے تقریباً ایک گھنٹے تک ٹھہرنے کے بعد چلتے وقت بولا "تم کسی مریض کو نسخہ دیتے وقت: "دو گز کفن کا کپڑا تیرا لباس ہوگا۔" مت گنگنایا کرو۔"

سلمان شہزاد (حیدرآباد)

ماں (بیٹے سے) "تمہارے امتحان سر پر ہیں اور تم ہو کہ دن رات سوتے رہتے ہو۔"

بیٹا "امی! ماسٹر صاحب نے ہی تو کہا تھا کہ دن رات ایک کر و تب کامیابی ہوگی۔"

وقار علی ولد سعد اللہ خان، رسالپور

ایک تھکا ہارا بس ڈرائیور خالی بس میں ڈرائیونگ سیٹ پر ہی سوگیا۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے بس کا شیشہ کھٹکھٹایا اور وقت پوچھا۔ بس ڈرائیور نے آنکھ کھولی اور گھڑی میں ٹائم دیکھ کر اُسے وقت بتا دیا۔ تھوڑی دیر بعد شیشے پر پھر کھٹ کھٹ ہوئی۔ بس ڈرائیور غصّے میں اُٹھا اور بولا۔

"کیا ہے؟"

اُس شخص نے ٹائم پوچھا۔ بس ڈرائیور نے اُسے بھی ٹائم بتا دیا اور پھر سوگیا۔ اسی طرح وہاں سے گزرنے والے ٹائم پوچھ پوچھ کر اُس کی نیند خراب کرتے رہے۔ آخر ڈرائیور کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے ایک بڑے کاغذ پر موٹا موٹا لکھ دیا۔

"میرے پاس گھڑی نہیں ہے۔ اس لیے مجھے ٹائم معلوم نہیں ہے۔"

یہ کاغذ اُس نے شیشے پر چپکا دیا اور سوگیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ شیشے پر پھر کھٹ کھٹ ہوئی۔ ڈرائیور

بھڑک کر اُٹھا اور چیخ کر بولا۔

"کیا مصیبت ہے؟"

وہ شخص بولا "آپ چیخ کیوں رہے ہیں۔ میں نے آپ کا لکھا ہوا کاغذ پڑھا کہ آپ کو گھڑی نہ ہونے کے باعث وقت معلوم نہیں ہے۔ تو میں آپ کو وقت بتانے آیا ہوں۔ اس وقت صبح کے ساڑھے دس بج رہے ہیں۔"

محمد ادریس قریشی ۔ منڈی بہاؤالدین

استاد (شاگرد سے) "انگریزوں نے ہندوستان میں پہلا قدم رکھنے کے بعد کیا کیا؟"

شاگرد: "جناب انہوں نے دوسرا قدم رکھا۔"

طیبہ اقبال ـــــ مقام نامعلوم

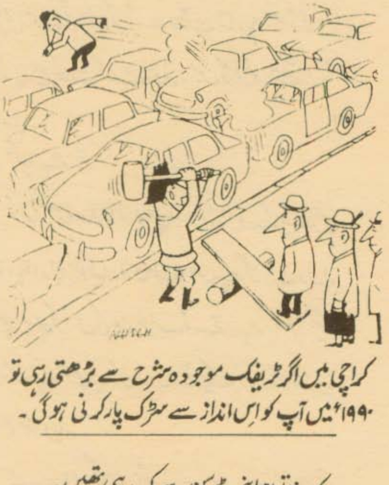

کراچی میں اگر ٹریفک موجودہ شرح سے بڑھتی رہی تو ۱۹۹۰ء میں آپ کو اس انداز سے سڑک پار کرنی ہوگی۔

ایک خاتون اپنی پڑوسن سے کہہ رہی تھیں۔

"میں تو ہر کام میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتی ہوں مثلاً آج ہی چائے کا انتظام ایسے ہوا کہ چائے بنانے کی تجویز میں نے پیش کی، بنائی انہوں نے۔ پی میں نے۔ اور برتن دھوئے انہوں نے۔"

ملک فضل ربی راہی اعوان ۔ کراچی

زندہ رہنا چاہتے ہو تو مجھے شکست دینی ہوگی۔

استاد: "جب خوب بادل آئیں تو ہمیں کس چیز کی توقع کرنی چاہیے؟"

شاگرد: "جناب! چھٹی کی۔"

شہزاد اقبال ۔ پشاور

ایک شخص کو ہر بات پر اعتراض کرنے کی عادت تھی۔ ایک دن وہ گھر آئے تو انہیں کوئی قابلِ اعتراض بات نظر نہ آئی۔ بہت جھنجلائے اچانک ان کی نظر بیوی پر پڑی بولے۔

"بیگم بہت فضول خرچ ہوتی جا رہی ہو۔"

بیگم نے پوچھا "وہ کیسے؟"

وہ صاحب جھٹ سے بولے: "بھئی جب ایک چٹیا سے کام چل سکتا ہے تو دو چٹیاں بنانے کی کیا ضرورت تھی؟"

شازیہ عزیز ۔ کراچی

جستجو شرط ہے

اسامہ بن سلیم

ذہانت اور معلومات

کا منفرد ماہانہ مقابلہ

اس مقابلے کے کامیاب شرکاء کے ناموں کو دیکھ کر آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ساتھیوں کی کتنی بڑی تعداد نے اس نئے مقابلے کو پسند کیا۔ بعض غلط جوابات کے باعث جو نام اس میں شامل نہیں ہو سکے ہیں ان کی تعداد شائع ہونے والے ناموں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس بار ہم نے سوالات کا معیار زیادہ تو نہیں البتہ قدرے مشکل ضرور کر دیا ہے۔ امید ہے آپ معلومات اور ذہانت کے اس منفرد مقابلے میں شرکت کا طریقہ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے، تاہم ایک بار پھر سمجھ لیں۔

- ذیل میں دس سوالات دیے جا رہے ہیں۔ جن کا جواب بھی اُن کے ساتھ دیے گئے الفاظ میں کہیں موجود ہے۔ ہر لفظ میں ایک حرف پوشیدہ ہے۔ تمام الفاظ سے ایک ایک حرف منتخب کر کے آپ مطلوبہ جواب حاصل کر سکتے ہیں مگر وہ حروف کون سے ہیں جو آپ کو آپ کا جواب فراہم کرتے ہیں۔ انہی حروف کی تلاش آپ کا اصل امتحان ہے۔
- آپ کی آسانی کے لیے ہم نے ہر سوال کے ساتھ اشارے کے طور سے شعر کا ایک ایسا مصرعہ بھی لکھ دیا ہے جو جواب کی تلاش میں آپ کا مددگار ہو سکتا ہے۔
- تمام سوالات کے جوابات علیحدہ کاغذ پر صاف اور خوشخط لکھ کر ہمیں بھجوا دیں۔ اپنا نام اور پتہ لکھنا نہ بھولیں۔ تمام جوابات درست ہونے کی صورت میں ہم آپ کے نام ایک ماہ کی اشاعت کے فرق کے ساتھ شائع کر دیں گے اور بذریعہ قرعہ اندازی تین خوبصورت انعامات بھی دیں گے جو کتب کی صورت میں ہوں گے۔

آپ اپنے جوابات اس طرح ارسال کریں کہ وہ ہمیں ماہِ رواں کی آخری تاریخ تک مل جایا کریں۔

۱ مقاماتِ مقدسہ میں ایک مقدس مقام کو تلاش کیجیے۔
۱۔ منیٰ ۲۔ جنت البقیع ۳۔ عرفات ۴۔ زم زم ۵۔ مسجدِ قبا ۶۔ خانۂ کعبہ ۷۔ جبل نور ۸۔ مسجدِ عمامہ
۹۔ مسجدِ حرام ۱۰۔ مسجدِ نبویؐ ۱۱۔ جنت المعلیٰ
اشارہ آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

۲۔ یہ سارے علاقے کبھی ہمارے اسلاف کے زیرِنگیں تھے مگر آج دیارِ غیر کا حصّہ ہیں۔ ایسے ہی ایک علاقے کو تلاش کرنا مقصود ہے جو کبھی ہمارا تھا۔
۱۔ تاجکستان ۲۔ ازبکستان ۳۔ تاشقند ۴۔ غرناطہ ۵۔ یروشلم
اشارہ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

۳ جس پرندے کی ہمیں تلاش ہے وہ انہی درختوں میں کہیں چھپا بیٹھا ہے۔ آئیے اس کی میٹھی اور مترنم آواز کا تعاقب کریں۔
۱۔ پیپل ۲۔ پام ۳۔ شیشم ۴۔ شاہ بلوط ۵۔ آم
اشارہ کانوں میں رس گھول رہی ہے تیری یہ سندر آواز

۴ ایک علوم کو دوسرے علوم کی مدد سے تلاش کریں۔
۱۔ مسمیریزم ۲۔ نجوم ۳۔ ٹیلی پیتھی
اشارہ ٹیڑھی میڑھی سطروں میں ہے مستقبل کا حال چھپا

۵ ایک جانور کو دوسرے جانوروں میں دیکھیے... ضروری نہیں کہ یہ ہمارے ملک میں بھی پایا جاتا ہو۔
۱۔ نیل گائے ۲۔ پانڈا ۳۔ مگرمچھ ۴۔ زرافہ
اشارہ میں شترِ بے مہار تو نہیں ہوں پر اُسی سے ہوں

۶ دُنیا کی معروف ترین امریکی شخصیت کو اُسی کے ہم رُتبہ ناموں میں تلاش کریں۔
۱۔ روزویلٹ ۲۔ کینیڈی ۳۔ نکسن ۴۔ آئزن ہاور
اشارہ انہی کے دَم سے، انہی کے لیے، انہی سے ہے۔

۷ نیچے دی ہوئی غذاؤں میں ایک خاص غذائی قوت پوشیدہ ہے... بتائیے تو کیا ہے؟
۱۔ گنا ۲۔ شلجم ۳۔ آلو ۴۔ کیلا ۵۔ چاول ۶۔ تربوز
اشارہ عجب شے ہیں علامت ہے، علالت بھی ہے قوت بھی

۸ ظالموں میں ایک ظالم، متکبر اور سرکش حکمران جس کا نام آج بھی نمونہ عبرت ہے۔
۱۔ فرعون ۲۔ ہامان ۳۔ نیرو ۴۔ ہلاکو خان ۵۔ شدّاد
اشارہ۔ کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

۹ ذیل میں دنیا کے چند مشہور شعراء اور ادباء کے نام دیئے جا رہے ہیں۔ انہی ناموں میں ایک بڑے شاعر کا نام چھپا ہوا ہے... تلاش کیجیے۔
۱۔ ٹالسٹائی ۲۔ دانتے ۳۔ گوئٹے ۴۔ ورڈزورتھ ۵۔ شیکسپیئر
اشارہ پتوں سے جلی۔ دِل کی کلی

۱۰ ایک صحرا کو دوسرے صحراؤں میں دیکھئے... یہ کام ایسا مشکل بھی نہیں۔
۱۔ چولستان ۲۔ صحرائے گوبی ۳۔ صحرائے نامب (جنوب مغربی افریقہ) ۴۔ صحرائے اعظم
اشارہ یہ جو کوہِ طور ظہور ہے یہ مقام جلوۂ نور ہے

جوابات ۔ جستجو شرط ہے مقابلہ نمبر ۱ ماہ جنوری ۱۹۸۹ء

۱ خوشبوؤں میں پوشیدہ متبرک اور محترم نام "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

۲ نماز کی اصطلاحوں میں چھپا ہوا مسجد کا نام مسجدِ "قرطبہ" ہے

۳ رنگوں کو رنگوں سے علیحدہ کیا تو "دھنک" بن گیا۔

۴ پہاڑوں کی چوٹیوں پر "شاھین" کی تلاش مقصود تھی۔

۵ کھلاڑیوں کے ناموں میں مشہور کھیل "کراٹے" چھپا ہوا تھا۔

۶ اسلامی تاریخ کے فاتح حضرت "خالدؓ" بن ولید کا نام جنگوں میں مخفی تھا۔

۷ مختلف شعری مجموعوں میں پوشیدہ شاعر کا نام "غالب" ہے۔

۸ سمندروں میں دریا کی تلاش کا جواب "نیل" ہے۔

۹ پتھروں میں جس عمارت کا نام تلاش کرنا تھا وہ "تاج محل" ہے۔

۱۰ اسلحہ کے ذخائر میں ایک مُلک کا نام...؟ سب نے ٹھیک کہا "ہندوستان"

انعام حاصل کرنے والے ساتھیوں کے نام

۱۔ سیّد وقاص علی۔ راولپنڈی، ۲۔ محمد مصباح الدین، کھوکھرا پار، کراچی۔ ۳۔ لبنیٰ انصاری۔ لطیف آباد۔ حیدر آباد

درُست جوابات بھجوانے والے ساتھیوں کے نام

کراچی

محمد مصباح الدین ۔ کھوکھراپار
طارق عمر ۔ سمن آباد
شازیہ حمید ۔ نصیر آباد
شاہد محمود بدر ۔ دستگیر
عطیۃ العلیم ذکیہ ۔ دستگیر
شابانہ نورین ۔ گلشن اقبال
سید آصف علی ۔ نارتھ ناظم آباد
سلمان محمود ۔ نارتھ کراچی
فیض احمد ۔ صدر
سہیل احمد ۔ صدر
محمد صدیق ساجد ۔ نیو کراچی
ذیشان امداد ، گلشن اقبال
سید فیصل علی ، نارتھ کراچی
یوسف علی ، شہید ملت روڈ
قاسم ، محمد علی سوسائٹی
خرم سعید ، گلبرگ
وقاص معین صدیقی ، النور سوسائٹی
معین الدین ، سول لائنز
لبنیٰ کنول ، کیماڑی
فرخ بشیر ، بڑا امیدان
نائلہ ناہید ، ناظم آباد
آمنہ ناہید ، بڑا امیدان
صدف ناز ، نارتھ کراچی
سید توصیف حسین ، فیڈرل بی ایریا
فائزہ الیاس ، عزیز آباد
رضا مہدی ، کورنگی
محمد اشرف ، کارساز کالونی
محمد حنیف خان ، رامسوامی

صائمہ صدیق ، نارتھ ناظم آباد
شبانہ صدیقی ، نارتھ ناظم آباد
محمد علی احمد ، برنس روڈ
ثوبیہ طلعت ، فیڈرل بی ایریا
ضرغام راجہ ، سعود آباد
سید وقار احمد ، لیاقت آباد
نازیہ عزیز ، ایف سی ایریا
ظہیر الحسن ، یونیورسٹی روڈ
عظمیٰ ادریس ۔ مسوامی
قمر النساء محمد عارف ، نانک واڑہ
نصرت شفیق ، نارتھ ناظم آباد
فیصل ، فہد عزیز انصاری ، فیڈرل بی ایریا
حنا ناز ، کیماڑی
نگہت عبدال ، پی ای سی ایچ
دوست محمد ، اورنگی ٹاؤن
عمران خان ، اورنگی ٹاؤن
محمد اقبال ، اورنگی ٹاؤن
محمد رضوان ، اورنگی ٹاؤن
محمد احمد صدیقی ، النور سوسائٹی
لبنیٰ غیور ، اورنگی ٹاؤن
مسرت رشید ، گلشن اقبال
مشرف حسین ، اورنگی ٹاؤن
وصی احمد قریشی ، بغدادی
شجاع احمد قریشی بغدادی
گوہر اقبال شمس ، نارتھ کراچی
عمیر خان ، گلشن اقبال کراچی
روبینہ اشرف ، ایف سی ایریا
فوزیہ فضل ، گِذری
عامر واحد ، آدم جی نگر ۔
شعیب احمد ، امیر خسرو روڈ

حامد اشرف ، ایف سی ایریا
سارہ جاوید زبیری ، نارتھ کراچی
خواجہ اویس الدین ، عزیز آباد
محمد کامران ایوب ، منگھوپیر روڈ
قیصر ایوب ، منگھوپیر روڈ
حنا ایوب ، منگھوپیر روڈ
علی رضا ، ایم ٹی خان روڈ
طیبہ شیخ ، گلشن اقبال
عذرا عزیز ، شاہ فیصل کالونی
خالدہ زرین ، گلبہار
محمد بدر عالم شہزاد ، نارتھ ناظم آباد
توقیر فاطمہ ، فردوس کالونی
شہلا ناز ، نارتھ ناظم آباد
جوئنیٹا جوزف ، منظور کالونی
آفتاب احمد لعل خان ، بلدیہ ٹاؤن
آفتاب احمد زبیر ، شاہ فیصل کالونی
شازیہ انعام الٰہی ، کریم آباد
جمیلہ محمد رمضان ، کے ایم سی اسٹیڈیم
سید عدیل عمران ، مارٹن کوارٹرز
ضیاء سلطان حسن ، سمن آباد
عنایت اللہ شامی ، کارساز
شہلا سید ، شاہ فیصل کالونی
عظمیٰ یاسمین ، شاہ فیصل کالونی
فرزانہ کوثر ، کارساز
صدف یونس ، کارساز
حرا فاروق ، ناظم آباد
لبنیٰ مرتضیٰ ، رنچھوڑ لائن
فراز عالم ، روشن آباد
دلدار احمد ، دہلی کالونی
سعیدیہ ناز ، ریلوے کالونی

راضیہ فرحین ، پیر الٰہی بخش کالونی
سمیرا نثار ، نارتھ کراچی
محمد صبیح احمد ، ایف سی ایریا
اسما جنیدی ، ناظم آباد
شازیہ اکبر ، نشتر روڈ
نوشینہ انجم ، بھا کیواڑہ
عظمیٰ منشور علی ، ایم اے جناح روڈ
سیدہ عائشہ شبلی ، نارتھ ناظم آباد
سید شفیق احمد ، پی آئی بی کالونی
ذیشان ذکی ، نارتھ ناظم آباد
عنبرین ممتاز ، فیڈرل بی ایریا
حریم اعجاز ، نارتھ ناظم آباد
نوشین شفیق ، نارتھ ناظم آباد
ارم شفیق ، نارتھ ناظم آباد
ظہیر اشفاق انصاری ، گلشن اقبال
محمد مدثر شریف ، نارتھ ناظم آباد
مفتی محمد شریف ، ناظم آباد
محمد آصف ، عزیز آباد
عمران ناظم ، فیڈرل بی ایریا
سعدیہ ناظم ، گلبرگ
محمد شاہد ، عزیز آباد
شجیع وقار ، عزیز آباد
سید اسلم پرویز ، اسٹیل ٹاؤن بن قاسم
سید احمد کاشانی ، عزیز آباد
نسرین عثمان ، نانکواڑہ
صوفیہ بانو ، شاہ فیصل کالونی
مبینہ ناز ، شاہ فیصل کالونی
فرحانہ جاوید ، دہلی کالونی
بعثی زیدی ، انچولی
عائشہ ، نارتھ ناظم آباد

محمد ندیم تاج، کے ڈی اے، اسکیم نمبر ۱ جاوید قیصر، لانڈھی
سعدیہ صدیقی، لانڈھی
حماد علی شاہ، فیڈرل بی ایریا
آصف کریم، سی بی، ہاؤسنگ سوسائٹی
عنبرین صابر، اورنگی ٹاؤن
محمد شکیل احمد، بڑا بورڈ
عبدالعزیز امین، فیڈرل بی ایریا
کامران حمید، نیو کراچی
شاہین قریشی، شاہ فیصل کالونی
فیصل، کھارادر
ماریہ شیخ، پیر الٰہی بخش کالونی
عبدالرحمٰن اعجاز، اسلم روڈ
مزمل احسن عالم، نارتھ ناظم آباد
محمد مجاہد، بفرزون
بیکہ کاظمی، ناظم آباد
غضنفر قریشی، نارتھ ناظم آباد
درشہوار سہیل احمد، گلشن اقبال
سید محمد احسان سلیم، کورنگی
محمد شہاب صدیقی، نارتھ ناظم آباد
ثریا جبیں، کھارادر
محمد شعیب صدیقی، نارتھ ناظم آباد
ثروت، فردوس کالونی
احتشام علی، پاک اسٹیل ٹاؤن
ایم ایس، فخر الدین، شاہراہ لیاقت
محمد ذیشان، نارتھ ناظم آباد
فیصل ندیم، پی ای سی ایچ ایس
فیصل منظور، ناظم آباد
انیلا صدیقی، نارتھ ناظم آباد
محمد راشد، پی ای سی ایچ ایس
عائشہ ناہید، ناظم آباد
رضیہ فخر الدین، جناح آباد
دانش جاوید، ڈیفنس

صائمہ امجد، ناظم آباد
شازیہ سحر، لانڈھی
کاشف جمیل، ایم اے جناح روڈ
حسین مصطفےٰ، گلبہار
محمد یوسف، میٹھادر
راحیلہ شرمین، فیڈرل بی ایریا
سید فصیح الزماں، بفرزون
افشین قریشی، شاہ فیصل کالونی
راغب علی ایوبی، ماڈل کالونی
حنا بشیر، دھوراجی
سید اکبر، کورنگی
عادل مجید سوتی، آدم جی نگر
محمد عادل منہاج، نئی کراچی
نوید جمیل، رنچھوڑ لائن
غلام مہدی، اختر کالونی
سید یاور علی عابدی، ملیر
حاجی ابراہیم، بغدادی
محمد حسیب الدین، ماڈل کالونی
ہما بشارت، فیڈرل بی ایریا
نوید احمد، یونیورسٹی
خوشبخت جہاں، دہلی کالونی
صائمہ افروز، شاہ فیصل کالونی
اسما افروز، شاہ فیصل کالونی
سیرینہ خان، ایم اے جناح روڈ
کرن بانو، گلشن اقبال
امبر بانو، گلشن اقبال
واصف عباس، گلشن اقبال
سید ذیشان عباس، گلشن اقبال
ثنا محمد نصر اللہ، میٹرو ول سائٹ
خواجہ مبین الدین، دستگیر
کاشف شمیم، لیاری

حماد، یونیورسٹی کیمپس
صبا صدف، شمالی ناظم آباد
عادل علی، نئی کراچی
فرحین تبارک، نارتھ ناظم آباد
غلام نبی نیر، لانڈھی
عطیۃ النور، ڈرگ روڈ
احسان زوہیب، بفرزون
محمد بہرام خان، سی او ڈی
بینا غزل، شرف آباد
سید جواد احمد، عزیز آباد
عبدالباسط، رنچھوڑ لائن
شازیہ عبید، گلبرگ
اسماء عزیز، فیڈرل بی ایریا
محمد امین، فیڈرل بی ایریا
شہروز الیاس، بن قاسم
سہیل قریشی، عبداللہ سینٹر
خرم حلیم، عزیز آباد
شجاع قریشی، عبداللہ سینٹر
محمد عارف عثمانی، حسین آباد
مزمل احمر، ناظم آباد
محمد عارف ذیشان، نارتھ کراچی
محمد عامر نعمان، نارتھ کراچی
محمد یٰسین، لیاری
نازش گلزار علی، گارڈن ایسٹ
عنبرین گلزار علی، گارڈن ایسٹ
ستیل گل گلزار علی، گارڈن ایسٹ
آصف، بلدیہ ٹاؤن
سید ایاز حیدر، کراچی
منصور جاوید، ناظم آباد
محمد آصف علی خان، پیر الٰہی بخش کالونی
اظہر علی، محمد علی سوسائٹی
وقار سید محبوب عالم، نارتھ ناظم آباد

گل یاسمین، بہادر شاہ ظفر روڈ
رضوان احمد زبیری، راشد منہاس روڈ
محمد عفان، دہلی مرکنٹائل سوسائٹی
احسان الٰہی مخمور، لیاقت آباد
خاور جعفری، قصبہ کالونی
ہما جعفری، قصبہ کالونی
حنا جعفری، قصبہ کالونی
خالد جعفری، قصبہ کالونی
کرن بانو، نارتھ ناظم آباد
وردہ ظفر، دستگیر سوسائٹی
محمد نعیم احسن، فیڈرل بی ایریا
مقصود احمد صدیقی، اورنگی ٹاؤن
محمد ثاقب ستار، لانڈھی
فوزیہ رفیق، ناظم آباد
صدف منیر، نارتھ ناظم آباد
محمد مصطفےٰ، نارتھ کراچی
رافیہ ناز، غازی نگر
محمد عمر فواد، ملیر
سید علی محمد نقوی، نارتھ کراچی
سیدہ ماجدہ خاتون، نارتھ کراچی
ساجدہ نقوی، نارتھ کراچی
عنبرین ریاض، مسرور
شیراز خان، شاہراہ فیصل
عنبر ریاض، ناظم آباد
شنیلا شبیر، نارتھ ناظم آباد
محمد عرفان، صغیر سینٹر
ارم حمید، ملیر
شاہد احمد، محمود آباد
سید فرحان ہاشمی، شاہ فیصل کالونی
اقبال احمد، چیف کورٹ روڈ
محمد شہریار حق، گلشن مصطفےٰ
حزم عبدالحمید بٹ، گلشن اقبال

اسد عمران، لانڈھی
فیصل اقبال، ڈرگ روڈ
فارینہ اسلم، فیڈرل بی ایریا
محمد علی اعجاز، راجہ منشن
شاذیہ فرحین، ناظم آباد
ابن بدالنجم انصاری، اورنگی ٹاؤن
مہناز مصطفےٰ، گلبہار
سید افتخار احمد، فیڈرل بی ایریا
سلمیٰ شاہ عمر، دستگیر
شاہ کریم عطا، دستگیر
رعنا فرحت، صدیق وہاب روڈ
محمد فیصل عیلی، بہادر آباد
محمد سلیمان فاروقی، نارتھ ناظم آباد
شبیر طیب علی، صدر
شادیہ ناز، منوڑا
مبشر محمود، نیو کراچی
سیدہ شاذیہ شفیع، لیاقت آباد
مصطفےٰ چاند، عزیز آباد
شہزادہ خرم، عزیز آباد
سیدہ ثروت نقوی، نارتھ ناظم آباد
عاطف وسیم اختر، منوڑا
شاکرہ نسیم، جامعہ کراچی
جاوید اقبال ساغر، بلدیہ ٹاؤن
عبدالصمد، حسین آباد
سجاد احمد، بلدیہ ٹاؤن
عالیہ بکر، عزیز آباد
فرحانہ ثمرین، لانڈھی
ساجد جمیل، لانڈھی
ثروت صدیقی نارتھ ناظم آباد
جے آئی ساغر، بلدیہ ٹاؤن
ماحین امبر، نارتھ ناظم آباد
ہالہ تصدق، بلوچ کالونی

مرزا فرخ بیگ، ایئرپورٹ
شارق شمیم، لیاری
ریحانہ سعید احمد، اسلم روڈ
ارشاد رسول ملک، محمود آباد
عبدالحفیظ شاکر، بلدیہ ٹاؤن
سید اشتیاق احمد، ملیر کالونی
فصیح الرحمٰن دانش، لانڈھی
محمد احسان احسن، اورنگی ٹاؤن
سید عقیل باقر، پاپوش نگر
خرم حسن شفیق، لسبیلہ
سعید اللہ خان، فیڈرل بی ایریا
راحت صلاح الدین، گلشن اقبال
حامد جمیل، نارتھ ناظم آباد
حا شر رشید، گلبرگ
شیراز احمد، مارٹن روڈ
منور اشرف فاروقی، نارتھ ناظم آباد
صباحت حبیب، ماڈرن ٹاؤن
نازنین کرن، شاہراہ لیاقت
یاسمین گل، فیڈرل بی ایریا
افشاں دُرانی، ملیر زون
محمد نصیر انصاری، گلبہار
حسن مہدی خراسانی، فیڈرل بی ایریا
محبوب مہدی، اپنجولی
مبشر علی زیدی، فیڈرل بی ایریا
حمیرا شاہ حسن، دستگیر
شاہد ظفر، نارتھ ناظم آباد
سید محمد کاشف رضا، ناظم آباد
ہُما ناز، فیڈرل بی ایریا۔
لبنیٰ سعدیہ، عزیز آباد
فواد جمیل، نارتھ ناظم آباد
رقیہ قدیر، ناظم آباد
مرتضےٰ علی، طارق روڈ

ریحان اختر، محمود آباد
ذیشان عالم، عزیز آباد
طاہرہ قدیر، بہادر یار جنگ روڈ
محمد اویس خاں، دستگیر

حیدرآباد

اسما عظمیٰ، پچل شاہ چاڑی
لبنیٰ انصاری، لطیف آباد
محمد رشید، شہباز ٹاؤن
شفیق الرحمٰن، حالی نگر
ماروی محمود، حسین آباد
رفعت سبحان، شاہی بازار
عبدالواحد نقاش، چھوٹکی گٹی
راؤ یاور زمان، لطیف آباد
طلعت حیات، چھوٹکی گٹی
سید محمد اورنگ زیب، لطیف آباد
معراج سعادت، لطیف آباد
یاسر سعادت علی، لطیف آباد
راشد عبدالغفار، جیل روڈ
رعنا سید، لطیف آباد
رضوانہ سید، لطیف آباد
رشید اشرف اعوان، واپڈا کالونی
محمد سلیمان، عامل کالونی
شبانہ یوسف، لطیف آباد
خواجہ اکبر حیدر، پرنس علی روڈ
محمد عدنان اسلم، نزد فاطمہ مسجد
ارم فضل الٰہی، ریلوے کالونی
ظہیر الٰہی بابر، ریلوے کالونی
ندرت ثمین، لطیف آباد
محمد شاہد رسول، لطیف آباد
فرح حنیف، لطیف آباد
شازیہ ریاض احمد، مارکیٹ پولیس اسٹیشن

نعمانہ اختر، لطیف آباد
ارم ناز شیخ، لطیف آباد
عبدالماجد، لطیف آباد
سید فراست علی زیدی، لطیف آباد
پارس بلوچ، ہیراج کالونی
جہانگیر مغل، لطیف آباد
راحیل معروف بگھیو، لطیف آباد
انیسہ مُغل، لطیف آباد
عنبر خان، لطیف آباد
مدثر علی خان، لطیف آباد
شاہد خانزادہ، چھوٹکی گٹی
محمد عبداللہ صدیقی، لطیف آباد
فتیحہ صدیقی، لطیف آباد
عائشہ محمد عیسیٰ، مارکیٹ روڈ
اخلاص احمد، مارکیٹ روڈ
عبدالمتین، مارکیٹ روڈ
سید سلیم الحق، جیل روڈ
سید شان الحق، جیل روڈ
شائستہ ندیم، جیل روڈ
سید انعام الحق، جیل روڈ
وجیہہ ندیم، جیل روڈ
سید عدنان الحق، جیل روڈ
سید وسیم الحق، جیل روڈ
محمد حامد اختر، چھوٹکی گٹی
توصیف بیگ، شاہی بازار
احمد مجتبےٰ خان، شاہ لطیف آباد
کاشفہ ناز، لطیف آباد
شہزاد محمد، لطیف آباد
غلام حسین میمن، کھائی روڈ
محمد شفیع، پوسٹ آفس
کاشف شکور، میمن سوسائٹی
آصف میمن، جامشورو
ارم نذیر، جامشورو

نواب شاہ

فرزانہ اصغر علی، پیلا کیمپ ۲
رضوانہ احمد، ہاؤسنگ سوسائٹی
واصف اقبال، محلہ منوا آباد
انیلا رجب علی، حبیب شوگر مل
نسیم اللہ خان، النور شوگر مل
گل خرم گل، تھارو شاہ

ٹنڈو آدم

محمد کلیم ولی محمد، جوہر آباد
محمد عمران قادر، آسن داس محلہ
محمد یاسین، سرسید ہائی اسکول
مرزا فیصل سلیم بیگ، شاہ فیصل اسٹریٹ
مشتاق احمد شیرازی، شاہی بازار

خیرپور میرس

ثمینہ جبیں، بنارس کالونی
فلاح الدین، گورنمنٹ اسٹاف کوارٹر
حمید انور ناگوری، شاہی بازار
توبیہ قمر، گورنمنٹ اسٹاف کوارٹر
فیض احمد عباسی، جھنگ صدر

ملتان

نذیر احمد قریشی، کچہری روڈ
فرید الحسن، معصوم شاہ روڈ
ممتاز احمد، کچہری روڈ
اشتیاق احمد، مخدوم رشید روڈ
محمد ابوبکر، مغل مارکیٹ
بنیش معین، گلگشت کالونی
سید منصور علی زیدی، خانیوال روڈ
آصف محمود، شجاع آباد
نادیہ طاہر، بخاری کالونی
شائستہ شفیع، ٹیپو سلطان روڈ
محمد آصف ملک، فاطمہ جناح روڈ
ظفر اقبال آرائیں، عثمان آباد
میاں مظہر اقبال، عثمان آباد
ہاشم علی، حیدریہ روڈ
عائشہ رشید ملک، بیرون پاک گیٹ
صائمہ سعید، علامہ اقبال روڈ
محمد محسن انصاری، شاہ خرم کالونی
فہد احمد، چوک شاہ عباس
شہزاد فیصل، نواں شہر

سرگودھا

بشریٰ سجاد، کلیار ٹاؤن
خولہ سجاد، کلیار ٹاؤن
فائزہ سجاد، کلیار ٹاؤن
توبیہ سجاد، کلیار ٹاؤن
ذیشان احمد ذکریہ، اسٹریٹ ۱
طلحہ احمد طاہر، عطاء اللہ خان ایڈووکیٹ

فیصل آباد

اُمّ سلمٰی، قائم پورہ
عطیہ ظفر، یثرب کالونی
محمد علی جعفری، قائم پورہ
شہزاد احمد، چک ۱۶۵
محمد منصور عارف، گرین ویو کالونی
دانیہ سحر، افغان آباد

لاہور

آصف فاروق، شاد باغ
فوزیہ امین، پرانا دھرم پورہ
محمد مظہر، ملتان روڈ
حسن ضیام، ماڈل ٹاؤن
محمد فرح حسن، سرفراز رفیقی روڈ
ذوالفقار علی، سمن آباد
محمد بلال، سمن آباد
ابنِ غلام مصطفےٰ، ملتان روڈ
محمد آفتاب حیدر، سمن آباد
علی رضا، سمن آباد
سید منیب ذوالنورین، ڈاکخانہ نیاز بیگ
مس صباحت صبا، ٹاؤن شپ
عدنان احمد، چوبرجی پارک
لبنیٰ افضل، وحدت کالونی
محمد طاہر، فیصل ٹاؤن
امنشین اکرام، پونچھ روڈ
عاصمہ خان، شالامار ویو
محمد رضا، اکبری گیٹ
حمیرا اقبال، علامہ اقبال ٹاؤن
محمد عمران اکرم، صداقت پارک
راشد کمال الرحمٰن، ماڈل ٹاؤن
درخشندہ ریاض، باغبانپورہ
تابندہ ریاض، باغبانپورہ
فریحہ اطہر، جمیل روڈ
عرفان قمر، زمان پارک
سلطانہ خلیل، سمن آباد
شازیہ افضل، مقبول روڈ اچھرہ
طوبیٰ وحید، سنت نگر
عائشہ معین، ملتان روڈ
شازیہ تبسم، گلشن علی کالونی
اظہر رحمان، ڈاکخانہ ملتان
رابعہ ارشاد، اسلام پورہ
نبیلہ ظہیر، شادمان کالونی
عائشہ احسان، شادمان کالونی
جاوید احمد رانا، مغل پورہ
سلمان عمر کھوکھر، سمن آباد
عباد علی سحر ناز، ملتان روڈ
نذیر احمد، گلشن راوی
تجلّی الیاس، سمن آباد
عامر شمیم خالد، قذافی روڈ

راولپنڈی

سید سلمان علی چشتی، سعد پوری گیٹ
فہیم الدین - عارف جان روڈ
محمد دانش صدیقی، سیٹلائٹ ٹاؤن
عاصم رضوی، سٹلائٹ ٹاؤن
سید وقاص علی، گارڈن روڈ
ثانیہ غضنفر، گارڈن روڈ
سید فراز علی، گارڈن روڈ
شاہد بشیر، نزد شملہ بکری
داؤد الرحیم۔ فیڈرل کمپیوٹر اکیڈمی
عظمیٰ غضنفر، گارڈن روڈ
عمران، نورس کالونی
رامیہ اقبال، چک لالہ
صائمہ تسنیم، کینٹ برانچ حبیب بینک
مسرت جبیں صالح، لالہ زار
کنول کلیم، رفیع روڈ لال کرتی
عاصم رضا رضوی، کوہاٹی بازار
وقاص اقبال، باغ سرداراں
ساجدہ صالح، لالہ زار
ریحان یوسف، ریلوے روڈ
جواد یوسف، ریلوے روڈ
عائشہ یوسف، ریلوے روڈ
دانیال دانشمند، راجپوت کالونی
صلاح الدین اختر، جی پی او صدر

عنصر رفیق صابری، کہوٹہ
عائشہ ہارون، واہ کینٹ
صائمہ فاضل راجہ، چمن زار کالونی
سید عمران حیدر رضوی، ڈھیری حسن آباد
فصیحہ خانم، پوسٹ بکس ۴۷۳
بلال شاہ، بلال گنج صدر
عامر سلیم، نیو سول لائن
رفعت یاسمین اسلم، کالج روڈ
بینا رحمٰن، ندیم کالونی
انیتا اسد، سٹلائٹ ٹاؤن
فہیم احمد قریشی، لالہ رخ واہ کینٹ
عقیل احمد، لالہ رخ واہ کینٹ
قائمہ فردوس، لالہ رخ واہ کینٹ
صائمہ ارم، لالہ رخ واہ کینٹ
سراج الدین، جناح مارکیٹ قصور
حفیظ السلام، مانسہرہ
ضیاء الحق، جہلم
محمد اقبال انجم، سوات

اسلام آباد

فرح صدیق، پی او ایل ڈپو سہالہ
شہنیلا ارشد، ایف ۸/۱
اکبر منیر، سیکٹر ۱۰/۱ جی
تابندہ بشیر ۶۴- جی
سلطان بشیر ۶۴، جی
عروس، ای ۱۴/۶ جی
سید سجاد حیدر زیدی، ۸/۳ الف
اسد حیدر ۸/۶ ایف
محمد منیب ۷/۲ جی
سید مجتبےٰ علی ۸/۲ جی
سمیعہ بتول ۸/۲ جی
اعجاز محمود خان نیازی، ۹/۲ جی

احمر فراز، ۹/۴ جی
سید فواد حیدر ۸/۱ آئی
زرین فاطمہ ۶/۲ ایف

بہاولپور

طیبہ سلطانہ، مچھلی بازار
رانا نعمان گوہر، سٹلائٹ ٹاؤن
اورنگ زیب، میڈیکل کالونی
مطہر عبید خان، سٹلائٹ ٹاؤن
احسن اکرم، سٹلائٹ ٹاؤن
محمود اختر، ون یونٹ الیساف کالونی
افتخار حسن c/o نیوز ایڈیٹر ریڈیو پاک
طارق مجید، نشتر روڈ
تجمل جبین ماجد، محلہ اسلام نگر

ٹنڈوالہ یار

محمد آصف، شہید ملت چوک
جمیل احمد، چوڑی پاڑہ
محمد یٰسین خان، کھتری پاڑہ
محمد فیصل، قلعہ چوک
محمد امجد ملک، زمان شاہ پاڑہ
محمد کامل، شاہی بازار

پشاور

علی اکبر نواز اعوان، فقیر آباد
محمد قاسم خان آفریدی،
عافیہ محمد اسلم پھمن پٹوی
صائمہ سعادت، گلبہار
چنگیز خان، نوشہرہ
ملیحہ فاطمہ عیدگاہ روڈ
جوہر علی، نوشہرہ
محمد عامر چوک شادی پیر
سید آفتاب حیدر، نیو ڈیفنس کالونی
محمد ارشد، چارسدہ

آزاد کشمیر

محمد نواز چوہدری، میر پور
توقیر احمد قریشی، بینک روڈ
جواد علی قریشی، محمد شاہ روڈ
محمد نعیم قریشی، بینک روڈ
عتیق احمد، بینک روڈ
ابرار احمد یونس، بینک روڈ
محمد بشارت، مظفر آباد
سمیرا بی بی، کالج روڈ
محمد زاہد، ڈاکخانہ روڈ
صداقت علی، مین بازار
اظہر سلیمان، پوسٹ ماسٹر پلندری
نوشابہ بٹ، میر پور

متفرق شہر

محمد اقبال، نور سر
محمد رفیق رضا، ہارون آباد
فرزانہ نذیر، بورے والا
صائمہ ناز عالم، بوریوالہ
عافیہ ناز عالم، بوریوالہ
محمد سلطان بورے والا
ظہیر احمد، شیخوپورہ
اصغر عباس، مین روڈ ہری پور
محمد نعیم، ہزارہ
عمران سلطان، حافظ آباد
ابو بکر القاسم، گوجرانوالہ
منیر احمد کھوکھر، تلہ دیدار سنگھ
نائلہ، بنوں
ارم گل، سوات
محمد آفتاب، چارسدہ
محمد ہنگو، کوہاٹ
فرحان شہزاد، بنوں

ظفر اقبال، مظفر گڑھ
عارف اللہ خان، بنوں
عبدالغفار، ننکانہ صاحب
تحمینہ جبین، خیر پور میرس
عدنان انور، ٹوبہ ٹیک سنگھ
زاہد سرور قادری، حسن ابدالی
محمد طاہر قریشی، ہزارہ
سیدہ شازیہ شبیر، گجرات
خورشید احمد، ہزارہ
سارہ غنی، ایبٹ آباد
سرفراز نادر، میانوالی
شاہ نواز گل، مردان
محمد آصف، چکوال
ثمیر اسلم، چکوال
سمیعہ اقبال خانم، لاوہ
نوید احمد، لاوہ
نجف خان، لاوہ
محمد انظر بلال، لاوہ
فیصل حیات، لاوہ
کاشف حمید خان، عارف والہ
رضا محمد قادری، ساہیوال
رضوان رسول، ساہیوال
احمر جواد، عارف والہ
محمد رضوان شہباز، فرید ٹاؤن
اللہ دتہ عطیل، خانیوال
محمد رفیق قیصر، خانیوال
محمد امجد، شاہ کوٹ
شیخ رحمت علی، کلاں کوٹ
محمد ارشد، محلہ یاسر آباد
نذیر احمد، اعظم بیگ اسٹریٹ
محمد اشرف، رادھا کشن
محمد افضل، قصور
احمد سبحانی، نوشہرہ

محمد نوید شاید، جوہر آباد
جمیل اختر راجپوت، چھوٹکی گھٹی
مطاہر صدیقی، شیخوپورہ
فرحانہ ناز، ایبٹ آباد
فیصل اعظم خان، ایبٹ آباد
محمد اسلم کمانڈو، ڈیرہ غازی خان
حسنین فاروقی، کچہری روڈ
شیخ بختیار حسین، کوہاٹ
عبدالقدوس قریشی، پنڈ دادن خان
عدیل احمد آرائیں، تھرپارکر
صائمہ رزاق، نوکوٹ
کاشف قادر میمن، گھارو

عبدالرحیم، شوکت کالونی
اعجاز احمد، ٹنڈوجام
زہرہ، کوئٹہ
اعجاز علی لاشاری، بلوچستان
ذکیہ، کوئٹہ
انیس احمد، لسبیلہ
محمد وارث رند، بلوچستان
عطاء المحسن، دادن خان
غلام اویس بٹ، جہلم
ریاض احمد سولنگی، کوٹڑی
سیّد کامران خورشید، سعودی عرب

آفتاب احمد، جہلم
سیّد طارق جاوید، سرائے عالمگیر
عرفانہ نورین، رجن پور
محمد حسن رضا گوندل، گجرات
سیّد سلمان حیدر رضوی، اوکاڑہ
اختر بلوچ، ٹھٹھہ
ثمینہ بنی برڑو، مکلی
ممتاز احمد، مکلی
سید خرم کرمانی، کیڈٹ کالج پٹارو
محمد عارف، عمرکوٹ
محمد فراز اعوان، جیکب آباد

فضیل مختار صدیقی، پٹارو
شاہویز احمد ملک، سانگھڑ
چوہدری محمد شاہد، سانگھڑ
شہلا صدیقی، سانگھڑ
ثمرین خلیق، سکھر
محمد عاصم، سکھر
دانش حسن سکھروی، سکھر
انور عادل، عمرکوٹ
محمد سلیم، عمرکوٹ
نوید عالم، کوٹڑی
محمد طاہر شیخ، سکھر

اگر آپ اپنے پسندیدہ ماہنامہ "آنکھ مچولی" میں لکھنا چاہتے ہیں تو ان باتوں کا خیال ضرور رکھیے۔

- جو بھی تحریر ہمیں ارسال کریں، وہ آپ کی اپنی تخلیق ہو، نقل یا چوری کی، یا پہلے سے شائع شدہ تحریر ناقابلِ اشاعت ہوگی۔
- پینسل سے، مشکل رسم الخط میں اور چھوٹے پُرزوں پر لکھی گئی تحریر بھی ناقابلِ اشاعت ہوگی۔
- تحریر کاغذ کے ایک جانب، ایک سطر چھوڑ کر صاف اور خوشخط لکھیے۔
- آپ ہمیں اچھی اچھی کہانیاں، نظمیں، گیت، مضامین، دلچسپ واقعات، مزاحیہ تحریریں، لطائف، خاکے، اور ناقابلِ فراموش واقعات لکھ کر بھیجیں، تاکہ آپ کی تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ ہو اور آپ مستقبل کے بڑے ادیب بن سکیں۔
- آپ کی تحریر کا اندازِ بیان، خیال اور اسلوب بچّوں کی نفسیات کے مطابق ہونا چاہیے۔
- جن تحریروں میں نیا پن اور دلچسپی ہوگی، وہ ترجیحی بنیادوں پر جلدی شائع کی جائیں گی۔
- کہانی یا مضمون ہمیں بھیجنے سے قبل اس کی ایک کاپی اپنے پاس ضرور رکھیں، کیونکہ ناقابلِ اشاعت ہونے کی صورت میں کوئی تحریر واپس نہیں کی جاتی۔

(ادارہ)

گنی چُنی مُعلُومات

عقیل عباس جعفری

اعداد کا ہماری زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ دُنیا کی اہم شخصیات ہوں یا بڑے بڑے واقعات ان سب کا تعلق کسی نہ کسی طرح اعداد سے ضرور بنتا ہے۔ اعداد کے حوالے سے دُنیا بھر کی اہم معلومات پر مبنی یہ سلسلہ ہم ہر ماہ آپ کی دلچسپی اور معلومات میں اضافے کے لیے پیش کرتے ہیں صفر سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ دیکھیے کہاں تک جاتا ہے۔

۵۱

- پاکستان میں مردوں اور عورتوں دونوں کی اوسط عمر ۵۱ سال ہے۔
- برِصغیر کی پہلی متکلّم فلم عالم آرا، کے فلم ساز اردشیر ایرانی نے اپنی زندگی میں ۵۱ متکلّم فلمیں بنائی تھیں۔
- اقوامِ متحدہ کے بنیادی ارکان کی تعداد ۵۱ تھی۔
- ۱۸۲۱ء میں جب نپولین بوناپارٹ کا انتقال ہُوا تو اس کی عمر ۵۱ برس تھی۔
- مارگریٹ تھیچر برطانیہ کی ۵۱ ویں وزیرِاعظم ہیں۔
- اب تک ۲۶۲ افراد پوپ بن چکے ہیں۔ جن میں سے صرف ۵۱ غیر اطالوی تھے۔
- کنگ جیلٹ نے سیفٹی ریزر ۱۹۰۳ء میں ایجاد کیا۔ مگر پہلے سال صرف ۵۱ سیفٹی ریزر فروخت ہوئے اور کنگ جیلٹ تقریباً دیوالیہ ہوگیا۔ مگر اگلے برس اس ایجاد کو زبردست مقبولیت حاصل ہوئی اور یوں کنگ جیلٹ کے مالی حالات سدھر گئے۔
- ادب کا ۵۱ واں نوبل انعام روس کے بورس پاسترناک کو ان کی کتاب ڈاکٹر ژواگو پر دیا گیا۔ مگر انہوں نے اُسے قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔
- اہرامِ مصر میں سب سے بڑے ہرم خوفو کا جھکاؤ ۵۱ درجے ہے۔
- ۴ اپریل ۱۹۷۹ء کو جب پاکستان کے سابق وزیرِاعظم ذوالفقار علی بھٹو کو نواب محمد احمد خان کے قتل کے الزام میں پھانسی دی گئی تو ان کی عمر ۵۱ برس تھی۔

(۵۲)

○ معراج کے وقت حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۵۲ برس تھی۔

○ سندھی زبان میں ۵۲ حروفِ تہجی ہیں۔

○ شیکسپئر کا انتقال اس کی ۵۲ ویں سالگرہ کے دن ہوا تھا۔

○ سال میں ۵۲ ہفتے ہوتے ہیں۔

○ ٹیسٹ میچ کھیلنے والے دنیا کے معمر ترین کھلاڑی انگلستان کے ولفریڈ رہوڈز تھے۔ انہوں نے یہ ٹیسٹ میچ ۵۲ سال ۱۶۵ دن کی عمر میں کھیلا تھا۔

○ فرانس کے تخت پر کل ۵۲ افراد نے بادشاہت کی تھی۔

○ تاش کے کھیل کے ۵۲ پتے ہوتے ہیں۔

○ دسویں صدی عیسوی میں مسلمان فلسفیوں کی جماعت اخوان الصفا نے ۵۲ رسائل تحریر کیے تھے۔

○ مولانا محمّد علی جوہر کی وفات ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۵۲ سال تھی۔

○ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۱ء تک ایران نے امریکہ کے ۵۲ افراد کو ۴۴۴ دن تک یرغمال بنائے رکھا تھا۔

○ اُردن میں عورتوں اور مردوں دونوں کی اوسط عمر ۵۲ سال ہے۔

(۵۳)

○ سلطان محمّد فاتح نے ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کو قسطنطنیہ فتح کیا۔ اسے یہ کامیابی ۵۳ دن کے محاصرے کے بعد حاصل ہوئی تھی۔

○ ہجرت کے وقت حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۵۳ برس تھی۔

○ ڈاکٹر عبد السلام کو ۱۹۷۹ء میں طبعیات کا نوبل انعام ملا۔ اس وقت ان کی عمر ۵۳ برس تھی۔

○ گزشتہ صدی کے اختتام پر (۱۹۰۰ء میں) دُنیا کے آزاد ممالک کی تعداد ۵۳ تھی۔

○ دوسری عالمی جنگ کے دوران جرمن آبدوز یو۔ ۵۳ نے اتحادیوں کے ۵۳ جہاز غرقاب کیے تھے۔

○ دنیا میں ۵۳ دریا ایسے ہیں جن کی لمبائی ... امیل سے زیادہ ہے۔

○ ٹیسٹ کرکٹ میں ایک اننگ میں ۱۰ کی ۱۰ وکٹیں لینے کا اعزاز جم لیکر نے قائم کیا۔ انہوں نے یہ دس وکٹیں صرف ۵۳ رنز کے عوض حاصل کی تھیں۔

○ مصطفٰے کمال پاشا کو اتاترک کا خطاب ۱۹۳۴ء میں ملا۔ اس وقت ان کی عمر ۵۳ برس تھی۔

○ ترکی میں مردوں اور عورتوں دونوں کی اوسط عمر ۵۳ سال ہے۔

○ ۲۱ جنوری ۱۹۲۴ء لینن کا یوم وفات ہے۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۵۳ برس تھی۔

(۵۴)

- خانہ کعبہ کی بلندی ۵۴ فٹ ۹ انچ ہے۔
- کراچی کا کُل رقبہ ۵۲۷ مربع میل ہے۔ اس میں ۵۴ نواحی گاؤں بھی شامل ہیں۔
- ۱۰۰ کلومیٹر ۵۴ بحری میل کے مساوی ہوتے ہیں۔
- امریکی صدر رونالڈ ریگن نے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۶۵ء کے درمیان ۵۴ فلموں میں کام کیا تھا۔
- نیرو ۵۴ء میں روم کا بادشاہ بنا تھا۔
- فورٹ ولیم کالج ۱۸۰۰ء میں قائم ہُوا تھا اور ۵۴ برس بعد ۱۸۵۴ء میں بند ہُوا۔
- ۱۷۴۶ء میں جب ولیم کیکسٹن نے چھاپہ خانہ ایجاد کیا تو اُس کی عمر ۵۴ برس تھی۔
- غزوۂ بدر کے وقت حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عمرِ مبارک ۵۴ برس ۶ ماہ تھی۔
- اگاتھا کرسٹی نے اپنے جاسوسی ناولوں میں مجموعی طور پر ۵۴ قسم کے زہروں کا تذکرہ کیا ہے۔
- شام اور تیونس میں مردوں کی اور مراکش، لیبیا اور عراق میں عورتوں کی اوسط عمر ۵۴ سال ہے۔

(۵۵)

- حضورِ اکرمؐ، خانہ کعبہ پر ابرہہ کے حملے کے ۵۵ دن بعد پیدا ہوئے تھے۔
- ۱ سے ۱۰ تک کے اعداد کا مجموعہ ۵۵ ہوتا ہے۔
- لٹل ماسٹر حنیف محمّد نے اپنے ٹیسٹ کیریئر میں ۵۵ ٹیسٹ میچوں میں حصّہ لیا تھا۔
- اس وقت دُنیا بھر کے انسانوں کی اوسط عمر ۵۵ سال ہے۔
- غزوۂ احد کے وقت حضورِ اکرمؐ کی عمر مبارک ۵۵ برس ۷ ماہ تھی۔
- دنیا کا پہلا ایٹمی بجلی گھر ۲۷ جون ۱۹۵۴ء کو روس میں ماسکو سے ۵۵ میل دُور واقع اوبنی نسک کے مقام پر قائم کیا گیا تھا۔
- ۲۹ جولائی ۱۹۸۱ء کو شہزادہ چارلس اور لیڈی ڈیانا کی شادی کی تقریب ۵۵ ممالک میں براہِ راست دکھائی گئی تھی۔
- محمود غزنوی نے سومنات کا مندر ۱۰۲۶ء میں تباہ کیا۔ اس وقت اُن کی عمر ۵۵ برس تھی۔
- مشہور مُہم جُو کرسٹوفر کولمبس کی وفات ۲۰ مئی ۱۵۰۶ء کو ہوئی۔ اس وقت اس کی عُمر ۵۵ برس تھی۔
- ماؤزے تنگ ۵۵ برس کی عمر میں عوامی جمہوریہ چین کے سربراہ بنے تھے۔

بھُول

محسن احسان

آؤ بچو سناؤں میں اک واقعہ
ہے حقیقت مری یہ مرا تجربہ

ہم بھی تھے طالب علم اسکول کے
پر کہاں یہ کہ پڑھنے میں بھی جی لگے

کام کرتے تھے اسکول کا کم بہت
علم سے جی چُراتے رہے ہم بہت

اک دن کا سُناؤں تمہیں واقعہ
ایک میں تھا مرے ساتھ اک دوست تھا

آسماں پر تھا اُس روز بادل گھنا
فیصلہ مل کے دونوں نے کچھ یوں کیا

آج اسکول کو ہم نہیں جائیں گے
آج پڑھنے کا کچھ غم نہیں کھائیں گے

بور کرتے ہیں اُستاد صاحب ہمیں
سوچتے تھے کہ چھوڑیں گے وہ کب ہمیں

جی میں ٹھانی کہ چل دیں جدھر منہ اُٹھے
بھاگنے کی تھی بس فکر کیا دیکھتے

گھر سے نکلے تو سوئے چمن چل دیے
کُودتے پھاندتے دو ہرن چل دیے

ولولے دل میں خوشیوں سے لہرا گئے
ناچتے کھیلتے شاہی باغ آ گئے

ماسٹر جی کو کرکے فراموش ہم
ایک پل کو رہے پھر نہ خاموش ہم

بلبلوں کی طرح چہچہاتے پھرے
سارے گلشن کو سر پہ اُٹھاتے پھرے

اب نہ تھی فکر کوئی نہ تھا ڈر ہمیں
دھیان مکتب کا آیا نہ پل بھر ہمیں

پاس پیسے نہ تھے پھر بھی خوش تھے بہت
کھیل میں مست تھے اور بھوکے بہت

دائیں جانب اچانک نظر جو اُٹھی
ایک دم جیسے خوشیوں پہ بجلی گری

خوف سے وسوسے دل میں لہرا گئے
دفعتاً دوست کے اک چچا آ گئے

ڈھونڈتے کیسے اب ہم سہارا کوئی
بھاگنے کا نہ رُکنے کا چارا کوئی

چوری پکڑی گئی مار پڑنے لگی
ہم سے پوچھو نہ جو گت ہماری بنی

باغ سے گھر جو پہنچے تو چانٹا چلا
ساتھ ہی پھر وہ ابا کا ڈنڈا چلا

تھا باغ کوئی نہ تھا کھیل کوئی
اب نہ دل میں خوشی تھی نہ لب پر ہنسی

سب نظارے ہمیں بھول کر رہ گئے
مار ایسی پڑی بھول کر رہ گئے

سامنے سب بزرگوں کے توبہ جو کی
خوف سے ہر خوشی دل میں تھرا گئی

پھر نہ بھاگیں گے ہم فیصلہ کر لیا
ہم پڑھیں گے یہ پکا ارادہ کیا

علم کی روشنی سے ہے روشن جہاں
علم حاصل کرو ہوں گے سب مہرباں

نام روشن رہے گا تمہارا سدا!
مہرباں ہوگا تم پر ہمیشہ خدا!

ہم جھنجھلاتے کیوں ہیں؟

آئیے اپنی شخصیّت کا جائزہ لیں

ساجد سعید

دروازہ اچانک دھماکے کے ساتھ کھلا۔ وسیم کے ہاتھ سے چائے کی پیالی دُور جا گری۔ اُس کا چھوٹا بھائی جس کے چہرے پر افسردگی اور جھنجھلاہٹ کے مِلے جُلے تاثرات تھے، سامنے کھڑا تھا۔" ابھی کچھ دیر پہلے تک تو تمہارا موڈ ٹھیک تھا۔ یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے " وسیم نے دریافت کیا " کیا تمہارا اسکول فٹ بال کے فائنل میچ میں ہار گیا ہے ؟" یہ سُننا تھا کہ سلمان پھٹ پڑا۔" گراؤنڈ تک پہنچا کون تھا۔ آدھے گھنٹے تک میں بس اسٹاپ پہ کھڑا رہا۔ کوئی بس ملی نہ رکشہ۔"

" تو جناب کا موڈ اس لیے خراب ہے۔"

" تو آپ کے خیال میں کچھ ہوا ہی نہیں ؟" چھوٹے بھائی نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ وسیم مصلحتاً خاموش رہا۔ کچھ دیر بعد ہی چھوٹے بھائی کا موڈ ٹھیک ہو گیا اور وہ ہنس ہنس کر اس طرح باتیں کرنے لگا جیسے کچھ ہُوا ہی نہ ہو۔

اگر ہم اپنے گرد و پیش پر نِگاہ دوڑائیں تو ہم کو ایسے بہت سے بچّے نظر آئیں گے جو عام زندگی میں غیر معمولی ذہین ہوتے ہیں لیکن جہاں کوئی واقعہ اُن کے مزاج کے خلاف ہوتا ہے وہ فوراً جھنجھلا اُٹھتے ہیں۔ چیخنے چلّانے لگتے ہیں یا فوراً توڑ پھوڑ پر اُتر آتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔؟

ماہرینِ نفسیات کا کہنا ہے کہ بچّہ جن وجوہات کی بنا پر جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتا ہے۔ ان میں کام

میں تاخیر، رکاوٹ اور فیصلہ نہ کر پانا سرِ فہرست ہیں۔ انسانی طبیعت کا خاصا یہ ہے کہ جو کام کیا جائے وہ فوراً اپنے انجام کو پہنچے۔ جو خواہش بھی ہو وہ جلد از جلد پوری ہو جائے۔ جو پریشانی ہو اُس کا حل فوراً مل جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہو سکتا۔

ہوتا یہ ہے کہ انسان کو کچھ حاصل کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ فرض کریں آپ نے کسی دوست کو شام کی ملاقات کا ٹائم دیا اور وہ مقررہ وقت پر نہیں پہنچ سکا۔ تو آپ کا موڈ آف ہو جاتا ہے۔ آپ جھنجھلاتے ہیں اور چند منٹ کا انتظار بھی آپ کے لیے ناقابلِ برداشت ہو جاتا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ جو کام اُس کی مرضی کے خلاف ہو وہ اس کے ردِّ عمل میں اپنے جذبات کا اظہار کر کے ذہنی سکون حاصل کر سکے۔ بعض اوقات یہ جذبات نقصان دہ ثابت ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کسی بچّے کے والد نے اُس سے وعدہ کیا کہ وہ رات کو آتے وقت اُس کے لیے کھلونے لے کر آئیں گے لیکن وہ رات کو آتے وقت کھلونے لانا بھول جاتے ہیں۔ بچّہ احتجاجاً توڑ پھوڑ شروع کر دیتا ہے۔

زندگی میں انسان کو بار بار ایسے معاملات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جس میں اس کو کسی نہ کسی رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کہیں مقصد کے حصول کے لیے جسمانی اور کہیں ذہنی نقائص رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک کمزور یا اکثر بیمار رہنے والا بچّہ اچھا کھلاڑی نہیں بن سکتا۔ کمزور بینائی والا بچّہ فوج میں بھرتی کے لیے جاتا ہے اور اپنی آنکھوں کی وجہ سے ناکام ہو جاتا ہے۔ ایک طالب علم اعلیٰ اور بامقصد تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے، لیکن ذہنی کمزوری کی وجہ سے دن رات کی محنت کے باوجود امتحان کا نتیجہ نہیں نکلتا۔ ایک بچّہ جو تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن خرابیٔ مالی حالات کی وجہ سے وہ اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتا۔ وہ دوسرے بچوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے اور احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جھنجھلاہٹ کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر طلبہ نفسیاتی وجوہات کی بنا پر فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں اور نتیجے میں ذہنی کشمکش کا شکار رہتے ہیں۔ مثلاً آپ کے اسکول میں تقریری اور ذہنی آزمائش کے مقابلے ہونے والے ہیں آپ کے لیے دونوں مقابلے یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ دونوں میں حصّہ لینا چاہتے ہیں۔ اساتذہ مقابلے میں حصّہ لینے کے لیے بچوں کا انتخاب کر لیتے ہیں اور آپ سوچتے رہ جاتے ہیں۔ اگر آپ اُن میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیتے تو آپ کی تیاری اچھی ہو جاتی۔ یہ مثال اُس فلسفی کے روایتی گدھے کی طرح ہے۔ جس کے دونوں طرف یکساں وزن ہے لیکن وہ اس اُلجھن میں مبتلا ہے کہ کون سا وزن پہلے اُٹھائے اور اس طرح وہ کھڑے کھڑے مر جاتا ہے۔

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ موڈ کی خرابی یا جھنجھلاہٹ کا انسانی مزاج پر گہرا اثر پڑتا ہے، بار بار اس نفسیاتی کیفیت سے دوچار ہونے والے بچے بدمزاج اور چڑچڑے ہوجاتے ہیں۔ اس سے نہ صرف اُن کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے بلکہ ان کے دوست اور رشتہ دار بھی اُن سے بیزار رہتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے معاشرے میں ایک اور خرابی یہ ہے کہ بعض بچے حسد اور بغض کا جذبہ رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسرے بچوں سے اپنا موازنہ کرتے رہتے ہیں اور جب وہ اپنے آپ کو کمتر پاتے ہیں اور اس کمی کو دُور بھی نہیں کر پاتے تو وہ اپنے سے بہتر بچوں سے جلنے اور حسد کرنے لگتے ہیں۔۔ مثلاً ایک بچّہ روزانہ گاڑی میں اسکول جاتا ہے، اس کے برعکس دوسرا بچّہ روزانہ پیدل اسکول جاتا ہے۔ ایک بچّہ ایسے اسکول میں تعلیم پاتا ہے جس کا معیار بلند ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری طرف ایک بچّہ ایسے اسکول میں تعلیم حاصل کرتا ہے جس کی عمارتیں ناپختہ ہیں جس میں اُن کو نیچے ٹھنڈی زمین پر بیٹھنا پڑتا ہے۔ لہٰذا یہ دیکھ کر اُس کے دِل میں نفرت اور حقارت کے جذبات اُبھرتے ہیں اور وہ جذباتی اُلجھاؤ کا شکار ہوجاتا ہے۔

بعض اوقات کسی سے لڑائی ہوجاتی ہے تو توہین اور غصّے کا احساس دل میں پیدا ہوتا ہے، ہم انتقام لینا چاہتے ہیں اور نہیں لے پاتے۔ توہم خیالی گھونسوں سے اُس کی گوشمالی کرتے ہیں۔ اپنی غلطی چھپانا اور فرار کا راستہ اختیار کرنا ایسی نفسیاتی علامات ہیں جو ہمیں ہمارے مقصد سے دُور لے جاتی ہیں۔

الغرض ہمیں چاہیے کہ اگر کوئی بات ہمارے مزاج کے خلاف ہو تو ٹھنڈے دل سے اُس کا حل تلاش کیا جائے، اگر کسی مقصد میں ہمیں بار بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے تو ہمیں حوصلے اور صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اور مقصد کو پانے کے لیے مسلسل کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ سو ناکامیوں کے بعد ایک کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

بنیادی بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے اعصاب کو اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہیے۔ اور یہ فن مسلسل مشق سے ہی آدمی سیکھتا ہے۔ اگر آپ اپنے غصّے، جھنجھلاہٹ اور چڑچڑے پن پر قابو پانا سیکھ لیں تو بہت جلد اپنے گھر والوں اور دوستوں میں مقبول ہوجائیں گے۔ رہی بات اس کی کہ اگر اللہ نے ہمارے جسمانی نظام میں کوئی نقص رکھا ہے تو ہمیں اس طرح سوچنا چاہیے کہ اللہ کی مرضی میں ضرور کوئی حکمت پوشیدہ ہوگی۔ ہمیں چاہیے کہ اس نقص کی تلافی کے لیے ہم کوئی اور ذہنی مطابقت رکھنے والے کام میں لگ جائیں۔ جب آپ کی سوچ تعمیری ہوگی تو اللہ آپ کو آپ کی محنت کا صلہ ضرور دے گا۔

ننّھی نِگارشات

نوخیز قلم کاروں کی مُختصر تحریروں سے اِنتخاب

ایک ضروری بات

ادارہ آنکھ مچولی نے بارہا اپنے لکھنے والوں سے درخواست کی ہے کہ وہ نقل شُدہ تحریروں کے بجائے ہمیں اپنی ذاتی تحریریں بھجوائیں۔ خواہ وہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہوں، لیکن بار بار کی یاد دہانیوں کے باوجود بھی بعض ساتھی ہمیں دوسروں کی تحریریں اپنے نام سے بھجوا دیتے ہیں۔ ایسا کرنا بد دیانتی بھی ہے اور تکلیف دہ عمل بھی۔ نقل شدہ تحریریں بھجوانے کے اس منفی رجحان کو روکنے کے لیے ہم اپنے قارئین ساتھیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ تمام تحریریں بغور پڑھیں اور اگر چوری کی ہوئی یا نقل شدہ کوئی تحریر دیکھیں تو براہِ کرم فوراً اس کی نشاندہی کریں۔ چوری کی تحریریں بھجوانے والوں کے لیے ہمیں مجبوراً "بلیک بکس" کا ایک سلسلہ شروع کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ گویا ایک چھوٹی سی سزا ہے۔ جو ساتھی بھی ہمیں نقل شُدہ تحریر بھجوائے گا ہم اُس کا نام اور پتہ "بلیک بکس" میں شائع کیا کریں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ "آنکھ مچولی" میں آئندہ ان کے نام سے کبھی کوئی تحریر شائع نہ ہو سکے گی۔ (بلیک بکس "ننھی نگارشات" کے آخری صفحے پر دیکھیے۔)

ہماری مانو

کامران سلیم ۔ نارتھ ناظم آباد ۔ کراچی

رمضان کے دن تھے اور سحری کا وقت، میں کلّی کرنے غسلخانے کی طرف جا رہا تھا کہ میرے کانوں میں آواز آئی "میاؤں"۔ میں یہ سوچ کر کہ آواز شاید گلی سے آئی ہے غسل خانے میں جا کر کلّی کرنے لگا۔ میں کلّی کر کے باہر آیا تو وہی آواز پھر آئی "میاؤں"۔

اس بار مجھے احساس ہوا کہ آواز گلی سے نہیں بلکہ ہمارے گھر کے زینے کے قریب سے آ رہی ہے بہت ہی باریک سی آواز تھی "بلّی" جیسی۔ آپ کو تو معلوم ہے نا کہ بلّی اور بلّے کی آواز میں وہی فرق ہوتا

ہے جو مرد و عورت کی آواز میں ہوتا ہے ۔ میں زینے کی جانب گیا تو دیکھا کہ وہاں واقعی ایک بلّی موجود ہے سفید رنگ کی ۔ بہت ہی خوبصورت بلّی تھی ۔ موٹی تازی، جسم پر بڑے بڑے سفید ملائم بال ۔ لگتا تھا... جیسے دھنکی ہوئی روئی کا موٹا سا گالا ہو ۔ ہماری امّی بلّی کے قریب ہی کھڑی تھیں ۔ اُن سے معلوم ہوا کہ یہ بلّی ماموں اپنی دکان پر سے لے کر آئے ہیں ۔ امّی نے بتایا کہ یہ بلّی کہیں سے آکر ماموں کی دکان پر بیٹھ گئی تھی ۔ جب یہ شام تک وہیں بیٹھی رہی تو ماموں نے پڑوسیوں سے پوچھا ۔ پتا چلا کہ یہ اُن میں سے کسی کی نہیں ہے، سو ماموں اُسے اُٹھا کر گھر لے آئے ۔

اگلی صبح ہم اپنی چھوٹی بہن صبا کے ساتھ بلّی کے کھانے کے لیے چھیچھڑے لائے تو یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی کہ بلّی نے چھیچھڑوں کو منہ تک نہ لگایا ۔

"بڑی نخرے والی بلّی ہے ... خیر، ایک دو دن بھوکی رہے گی تو سارے نخرے بھول جائے گی" ۔ امّی نے بلّی کو چھیچھڑوں سے بے نیاز بیٹھے دیکھ کر کہا ۔

اور واقعی ہُوا بھی یہی ۔ بلّی کو کچھ روز بعد چھیچھڑوں پر ہی گزارہ کرنا پڑا ۔ ظاہر ہے کہ اُسے ہر دن تیس روپے کلو کا گوشت نہیں کھلایا جا سکتا تھا، ہم نے اُس بلّی

کا نام مانو رکھ دیا تھا۔

مانو کے ساتھ جوں جوں ہمارے دن گزرے ہمیں مانو کے بارے میں بڑی عجیب وغریب باتیں معلوم ہوئیں۔ اگر عادتوں کے حوالے سے دیکھا جائے تو وہ بلی کم اور انسان زیادہ تھی، وہ زمین پر پڑے ہوئے چھیچھڑے یا اور کوئی چیز نہیں کھاتی تھی اُسے انسانوں کی طرح ہاتھ سے کھلانا پڑتا تھا، وہ پانی بھی کسی برتن یا گلاس میں پیتی تھی۔ اور تو اور وہ بسکٹ، ٹافی، ریوڑیاں اور کیک وغیرہ بھی بڑے مزے سے کھاتی تھی۔ ایک دن تو اُس نے حد ہی کردی۔ امی نے شلجم کاٹ کر رکھے تھے وہ اُنہیں بھی کھا گئی۔ اُس دن مانو کو سخت ڈانٹ پڑی تھی۔

مانو رات کو زمین پر سونے کے بجائے بستر پہ سوتی۔ امی نے اُس کا علیحدہ بستر بنا دیا تھا۔ مانو دن بھر خاموشی کے ساتھ اِدھر اُدھر ٹہلتی رہتی۔ وہ دوسری بلیوں کی طرح نہ تو چیختی چلّاتی تھی اور نہ ہی برتنوں وغیرہ میں گھستی تھی۔ مانو انسانوں کی طرح ہمارے گھر کا ایک فرد بن چکی تھی۔

مانو اپنی انسانی خصوصیات کی بنا پر رفتہ رفتہ پورے محلّے میں مشہور ہوگئی۔ محلّے کے کئی لوگ اُسے باہر دیکھتے تو کہتے "اس مغرور بلی کو گھر ہی میں رکھا کرو ورنہ کسی دن ہم اسے اغوا کرلیں گے" سب ہی مانو کے دیوانے تھے، یہاں تک کہ چاچا بھی۔ چاچا جب مانو کے آنے کے بعد پہلی مرتبہ ہمارے گھر آئے تو انہوں نے مانو کو دیکھتے ہی کہا "ارے بھئی کیا خوب بلی ہے مجھے تو ایرانی معلوم ہوتی ہے۔ ذرا چال تو دیکھو جیسے ملکہ ہو!"

ایک دن عرفان بھائی ہمارے گھر آئے تو مانو کو دیکھ کر بولے۔

"بھئی بڑی ہی پیاری بلی ہے اس کو تو میں کسی دن اپنے گھر لے جاؤں گا" مگر ہمیں پتا تھا کہ عرفان بھائی بھی دوسرے لوگوں کی طرح مذاق کر رہے تھے

ایک دن مغرب کے وقت مانو غائب ہوگئی۔ گھر کا کونہ کونہ چھان مارا مگر مانو کہیں نہ ملی۔ ہم سب بڑے پریشان ہوئے۔ ماموں آئے تو اُنہیں بتایا وہ فوراً باہر گئے۔ ذرا دُور گئے تو دیکھا کہ ایک صاحب مانو کو گود میں اُٹھائے پیار کر رہے تھے۔ ماموں نے اُنہیں بتایا کہ یہ ہماری بلی ہے۔ اُن صاحب نے مانو کو لوٹاتے ہوئے مانو کی بڑی تعریف کی۔ ماموں مانو کو لیے گھر میں داخل ہوئے تو سب کی باچھیں کھل گئیں۔

اب مانو کو ہمارے گھر میں آئے ایک برس ہوچکا تھا۔ ایک روز مانو گھر سے پھر غائب ہوگئی۔ ہم نے سوچا ابھی تھوڑی دیر بعد آجائے گی۔ مگر شام ہوگئی اور مانو گھر نہ لوٹی۔ ہم نے گھر اور محلّے کا ایک ایک کونہ چھان مارا مگر مانو نہ ملنی تھی نہ ملی، پھر رات ہوگئی اور مانو نہ آئی۔ یوں ہی ایک ہفتہ گزر گیا جو بھی مانو کے گم ہوجانے کے بارے میں سُنتا وہی

افسوس کرتا۔

مانو گئی تو ہمیں قالین، صوفہ، بستر اور وہ ساری جگہیں جہاں مانو اکثر بیٹھی رہتی تھی بڑی سُونی سُونی لگیں "معلوم نہیں اس وقت وہ کہاں ہوگی؟" میں اکثر سوچتا۔ کبھی کبھی لگتا مانو کہیں نہیں گئی وہ گھر ہی میں ہے، ابھی کسی کونے سے میاؤں میاؤں کرتی ملکہ کی سی چال چلتی آجائے گی مگر یہ سب ہمارا احساس تھا...

کہتے ہیں بلّیاں بڑی وفادار ہوتی ہیں۔ بلّیوں کے بارے میں ایسے بے شمار واقعات سُننے میں آتے ہیں، جن میں بلّیاں ہزاروں میل دُور جانے کے باوجود دوبارہ گھر لوٹ آئیں تھیں، چاچا نے جب ہمیں ایک ایسا ہی واقعہ سُنایا تو ہمارا دِل بڑھا۔ مگر دن بیتتے گئے اور مانو نہیں آئی۔

ایک رات میں نے مانو کو خواب میں دیکھا۔ مانو اُداس سی ہمارے گھر کے باہر والے لان میں بیٹھی تھی۔ میں نے دیکھا تو لپک کر مانو کے پاس گیا اور اُس سے پوچھا کہ وہ اتنے دنوں سے کہاں تھی؟ مانو نے میرا سوال سُن کر سر جھُکا دیا اور بولی "کاش میں بلی ہی رہتی۔ مگر میں انسانوں میں رہتے رہتے کچھ کچھ اُن جیسی ہی ہوگئی ہوں۔ میرے اندر وفاداری کا جذبہ کم ہوگیا ہے۔ اس وقت میں تمہارے گھر سے بہت دُور ایک کوٹھی میں رہتی ہوں، مجھے یہاں تمہارے گھر سے زیادہ آرام ہے... مگر... مگر میں یہاں تمہارے گھر جتنی خوش نہیں ہوں مجھے یہاں اتنا پیار جو نہیں ملتا۔ مگر مجھے اب تمہارے گھر آتے شرم آتی ہے" اس کے بعد میری آنکھ کھُل گئی۔ صبح میں نے چاچا کو اپنا خواب سنایا تو اُنھوں نے کہا۔

"بڑا عجیب خواب ہے... مگر نہ جانے کیوں مجھے اُس پر یقین سا آرہا ہے... ممکن ہے مانو واقعتاً انسانوں جیسی ہوگئی ہو۔ ورنہ بلّیاں یوں گھر چھوڑ کر نہیں جاتیں"

مجھے اپنے خواب کی سچائی پر یقین نہیں ہے مگر میں پھر بھی خالی وقت میں آس پاس کی کوٹھیوں پر جاکر مانو کو تلاش کرتا رہتا ہوں۔ ممکن ہے مانو مجھے کسی دن مِل ہی جائے۔ بس مجھے ایک ڈر ہے اور وہ یہ کہ مانو جس طرح کسی کا گھر چھوڑ کر ہمارے یہاں آئی تھی اور ہمارے گھر سے کسی دوسرے گھر میں چلی گئی ہے، اُسی طرح وہ مزید آرام کی تلاش میں کسی اور گھر نہ چلی جائے۔ ایسا ہوا تو بڑی مشکل ہو جائے گی، کیونکہ اور بڑی بڑی کوٹھیاں ہمارے گھر سے بہت دُور ہیں۔ اور میں ابھی بہت چھوٹا ہوں، بھلا میں اتنی دور کیسے جاؤں گا؟

ہیروشیما کی تباہی

مرسلہ: عبدالوہاب۔ سید پوری گیٹ۔ راولپنڈی

۶ اگست ۱۹۴۵ء کا دن دنیا کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جب ہیروشیما

پر ایٹم بم گرایا گیا۔ اس دن جس بے دردی سے انسان کا خون بہایا گیا' اس کی مثال اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ ایک اندازے کے مطابق ۷۸ ہزار انسان مارے گئے' ۳۵ ہزار زخمی ہوئے اور دس ہزار کا کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گئے۔

ہیروشیما کی تباہی کا پروگرام ۲۴ جولائی ۱۹۴۵ء کو بنایا گیا۔

۲۶ جولائی کو امریکہ' برطانیہ اور چین نے جاپان کو جنگ بند کرنے کو کہا لیکن جاپان نے جنگ جاری رکھی اس پر امریکہ نے فیصلہ کیا کہ ہفتے کے اندر اندر جاپان پر ایٹم بم پھینک کر اُسے تباہ کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بم کے پھینکنے کے لیے کرنل ٹبٹس کو منتخب کیا گیا۔ اس کو بی ۲۹ جہاز دیا گیا جس کا نام "اینولا گے" تھا۔

اس وقت ہیروشیما کی آبادی تیس لاکھ پینتالیس ہزار تھی۔ پیر کا دن اور صبح کا وقت تھا۔ سب لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول تھے کہ اچانک خطرے کا بگل بجا۔ لوگوں نے بی ۲۹ جہاز کو ہیروشیما کی فضاؤں میں اُڑتے دیکھا۔ سب فضائی پناہ گاہوں کی طرف دوڑے جہاز پورے شہر کا چکر لگا کر غائب ہو گیا۔ لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا کہ بلا ٹلی، لیکن چند لمحوں کے بعد اینولا گے پھر نمودار ہوا اور ایک سیاہی مائل چیز زمین کی طرف گری۔ یکایک فضا میں آنکھیں چندھیا دینے والی روشنی پیدا ہوئی پھر شہر کے وسط میں ایسا دھماکا ہوا جس سے زمین لرز گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے شہر ملبے کا ڈھیر بن گیا۔

۶ اگست ۱۹۴۵ء کو یہ بم جو ہیروشیما پر گرایا گیا اس میں بیس ہزار ٹن ٹی' این ٹی کی قوت بھری ہوئی تھی۔ اسے پیراشوٹ کے ذریعے پانچ میل نیچے اُتارا گیا جو زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی پھٹ گیا۔ لیکن اس کے پھٹنے سے آگ کی جو لپٹیں نکلیں اُن سے درخت اور ٹیلی فون کے کھمبے جل کر راکھ ہو گئے۔ مکانوں پر سے لوہے کی چادریں پھٹ گئیں۔ دیواریں گر گئیں۔ گاڑیاں پٹریوں سے اُتر گئیں۔ بازار ملبے سے بھر گئے۔ آگ شہر کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ جس سے بہت سے انسانوں کے چہرے جھلس گئے اور گوشت جلنے لگا۔ جو لوگ بہت دُور تھے وہ عجیب درد میں مُبتلا ہو گئے۔ اور لڑکھڑانے لگے۔

دوستی کی مہک

مرسلہ :- نام نہیں لکھا

ایک دفعہ ایک گھنے جنگل میں ایک درخت کا پتّہ ہَوا کے زور سے زمین پر آگرا۔ جہاں وہ گرا وہاں ایک چھوٹا سا مٹی کا ڈھیلا پڑا تھا۔ جلد ہی اُن دونوں میں دوستی ہو گئی۔ کچھ دیر بعد ہَوا نے آندھی کی شکل اختیار کر لی۔ اب تو پتّہ گھبرایا اور مٹی کے ڈھیلے سے بولا، اچھا دوست خدا حافظ! ہَوا مجھے اُڑا کے کہیں اور لے جانے والی ہے۔ یہ سُن کر ڈھیلے نے کہا، میں نے تمہارے ساتھ دوستی کی ہے تو اُسے

نبھاؤں گا بھی، یہ کہہ کر اُس نے چھلانگ لگائی اور پتّے پہ اپنا وزن چھوڑ دیا۔ یوں پتّہ اُڑنے سے بچ گیا۔ جب ہَوا تھمی تو ٹپاٹپ بارش پڑنے لگی۔ اب مٹی کے ڈھیلے نے پتّے کو الوداع کہا مگر پتّے نے جواب دیا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آخر میں نے بھی تو دوستی نبھانی ہے۔ یہ کہہ کر وہ اوندھا ہو کر ڈھیلے پر یوں پڑ رہا کہ بارش کے قطرے اس ڈھیلے کو اُتنا گیلا نہ کر پائیں کہ وہ بہہ جائے۔ یوں وہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا ہونے سے بچ گئے۔

تھوڑی دیر بعد بارش بھی رُک گئی اور سارا سرسبز و شاداب جنگل پرندوں کی چہک اور پھولوں کی مہک سے بھر گیا۔ لیکن سب سے تیز اور دلفریب مہک اُس دوستی کی تھی جو پتّے اور مٹی کے ڈھیلے کے درمیان قائم ہوئی تھی۔

ظُلم کا انجام

مرسلہ: آفتاب جمیل عباسی۔ سکھر

ایک خوبصورت جنگل کے ایک درخت پر ایک مینا رہتی تھی۔ وہ بہت شریف، خوبصورت اور دوسروں کے کام آنے والی مینا تھی۔ سب اس سے بے حد خوش رہتے تھے۔

ایک دن اُس مینا نے چار انڈے دیے پھر چند ہی دنوں بعد انڈوں میں سے خوبصورت ننھے منّے بچے بھی نکل آئے۔ مینا کو اپنے بچّوں

سے بہت پیار تھا۔ وہ انہیں اپنے سے زیادہ چاہتی تھی۔

اسی جنگل میں ایک ظالم کالا سانپ بھی رہتا تھا۔ جو پرندوں کے انڈے اور ننھے منّے بچّے کھا جاتا تھا۔ جب اُسے یہ سُن گن ملی کہ مینا کے ہاں بچّے ہوئے ہیں تو اُس کے منہ میں پانی بھر آیا وہ فوراً اُنہیں کھانے کے لیے پہنچ گیا۔

اُس وقت مینا کہیں گئی ہوئی تھی اور اُس کے چاروں بچّے اکیلے بیٹھے چوں ...چوں... کر رہے تھے۔ ان ننھے منّے بچوں کو دیکھ کر سانپ کی بھُوک تیز ہو گئی وہ تیزی سے بچوں کی طرف لپکا مگر عین اُسی وقت وہاں سیاہ نیولا آ گیا۔ اس سیاہ نیولے کی ایک دفعہ مینا نے جان بچائی تھی تب سے سیاہ نیولا چاہتا تھا کہ کسی طرح مینا کے احسان کا بدلہ چکا دے۔ اب وہ وقت آ گیا تھا۔ سیاہ نیولا سانپ کی ذلیل اور ظالمانہ حرکتوں سے بھی واقف تھا۔ بس اُس نے سانپ پر حملہ کر دیا۔ پھر وہ خاموشی سے چلا گیا۔ تو یہ تھا ظالم کا انجام۔

غرور کی سزا

مرسلہ، مظہر علی کتپر - سکھر

ایک گھنے جنگل میں ایک بہت خوبصورت بطخ رہتی تھی۔ وہ بطخ بہت غرور کرنے والی اور تکبر والی تھی۔ وہ ہر وقت چھوٹی بطخوں پر ظلم کرتی تھی۔ بطخ چاہتی تھی کہ سب چھوٹی بطخیں اس کی غلام بن جائیں مگر چھوٹی بطخیں کہتی تھیں کہ وہ ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گی۔ بطخ کا یہ بھی کہنا تھا کہ جنگل میں سب سے زیادہ طاقتور میں ہوں۔

ایک دن بطخ نے اعلان کیا کہ جنگل کی سب سے بڑی ندی میں غوطہ خوری کا مقابلہ ہوگا۔ جو سب سے زیادہ نیچے پانی میں رہے گا وہ بہادر اور کامیاب ہوگا۔ اس بطخ کو اپنی تیراکی پر ناز تھا۔ وہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ مقابلہ صرف وہی جیتے گی، کیونکہ وہ خوبصورت اور بہادر ہے۔

جب مقابلہ شروع ہوا تو مقابلے میں شرکت کرنے والی بطخوں نے غوطے لگانے شروع کر دیے اور سب کچھ دیر بعد ہی اوپر آگئیں۔ اس بطخ نے سب کو غرور اور نفرت سے دیکھا پھر باری آنے پر اُس نے بھی غوطہ لگایا۔ اس طرح کافی دیر گزر گئی مگر وہ اوپر نہ آئی۔ مگر چند لمحوں بعد ہی وہ اُوپر آگئی۔ لیکن وہ زندہ نہ تھی۔ پانی کے کالے زہریلے سانپ نے اُسے ڈس لیا تھا۔

پیارے بچو! یہ اُس کے غرور کی سزا تھی۔ اگر وہ غرور نہ کرتی تو دوسری بطخوں کی طرح اُوپر آجاتی، مگر خدا کو غرور پسند ہی نہیں اس لیے بطخ کو خدا نے سزا دے دی۔

البیرونی

مرسلہ۔ شکیل احمد راحت۔ فیصل آباد

علامہ البیرونی کا اصلی نام ابوریحان تھا۔ وہ ۴ ستمبر ۹۷۳ء کو خوارزم میں پیدا ہوئے۔ خوارزم کے بادشاہ محمد بن احمد کے چچازاد بھائی صفدر بن علی بن عراق کو علامہ البیرونی صاحب اپنا اُستاد اور مربّی مانتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے اُستاد کے ساتھ مل کر ایک درجن سے زائد کتابیں لکھی تھیں۔ البیرونی نے ۱۰۰۰ء عیسوی میں لکھی جانے والی کتاب ... "الآثار الباقیہ" کو جرجان اور طبرستان کے بادشاہ قابوس کے نام منسوب کر دیا تھا۔ شاہِ خوارزم کے دربار میں البیرونی کا مشہور مسلمان طبیب بُو علی سینا کے ساتھ اکثر بحث و مباحثہ رہا کرتا تھا۔ ہندو پنڈتوں نے البیرونی کے علم و فضل سے متاثر ہو کر اُسے ... "ودیا ساگر" یعنی علم کا سمندر کا خطاب دیا تھا... البیرونی نے تقریباً چھ سال ملتان میں گزارے تھے۔ سلطان مسعود نے البیرونی کو "القانون المسعودی" لکھنے پر چاندی سے لدا ہوا ایک ہاتھی بطورِ انعام دیا تھا۔ البیرونی نے ہی قدرتی چشموں کے اجزاء کی شمسی انداز میں توضیح کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ قدرتی چشمے زمین کے نیچے برقی کیمیائی عمل کے زور

سے اُبھرتے ہیں۔ البیرونی نے ۱۸ دھاتوں اور پتھروں کی کثافت کی نوعیت کے متعلق بھی بتایا تھا
"کتاب الہند" میں البیرونی نے اہلِ ہند کے رسم و رواج اور طرزِ زندگی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔
ابوریحان البیرونی نے ۱۱ ستمبر ۱۰۴۸ء میں غزنی میں وفات پائی۔

عہد

مرسلہ:۔ رانا گلزار احمد۔ علی پور

جگنو ایک پیارا سا بچّہ تھا، مگر اُسے ہر کام میں ٹال مٹول کرنے کی عادت تھی۔ ایک دن جگنو کی امّی نے جگنو کو کہا۔

"بیٹا! مرغی کو پانی پلا دو، میں ذرا تمہاری خالہ کے ہاں ہو آؤں۔" جگنو نے جواب دیا۔

"امّی میں تھوڑی دیر بعد پلا دوں گا۔" یہ کہہ کر جگنو اپنے کمرے میں جا کر ایک ناول پڑھنے میں مصروف ہو گیا اور ناول پڑھتے پڑھتے سو گیا۔ اور مرغی کو پانی پلانا بھول گیا۔ جب اُس کی امّی شام کو واپس گھر آئیں تو اُنہوں نے دیکھا کہ مُرغی پیاس اور گرمی کی شدت سے مَر گئی ہے۔

جگنو کی امّی کو بہت افسوس ہُوا۔ انہوں نے جگنو کو کچھ نہ کہا، مگر دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ جگنو کو اس کا سبق ضرور سکھائیں گی۔

اگلے دن جب جگنو اسکول جانے لگا تو اُس کی امّی نے کہا "ٹھہرو بیٹا! میں بھی تمہارے ساتھ

چلتی ہوں، کیونکہ مجھے شہر جانا ہے۔ میں تمہیں اسکول چھوڑ کر شہر چلی جاؤں گی۔"

جگنو نے کہا "امّی آپ شہر سے میرے لیے ایک خوبصورت سا چشمہ ضرور لائیے گا اور دوپہر کے کھانے پر پلاؤ ضرور پکائیے گا، کیونکہ پلاؤ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔" اُس کی امّی نے کہا

"ٹھیک ہے بیٹا! میں تمہارے لیے چشمہ بھی لاؤں گی اور پلاؤ بھی پکاؤں گی۔"

جگنو جب اسکول سے واپس گھر آیا تو اُس نے اپنی امّی سے پوچھا "امّی آپ میرے لیے چشمہ لائی ہیں نا؟"

"اوہ! بیٹا وہ تو میں لانا بھول ہی گئی۔" اور جب جگنو کھانا کھانے لگا تو اُس کی امّی نے اُسے کھانے کے لیے دال دی تو اُس نے پھر سے پوچھا

"امّی آپ نے پلاؤ کیوں نہیں پکایا؟"

"معاف کرنا بیٹا! میں پلاؤ پکانا بھول گئی تھی۔" اُس کی امّی نے جواب دیا۔

جگنو پہلے تو اپنی امّی سے خفا ہو گیا لیکن پھر

اُس نے سوچا کہ میں بھی تو ہر کام ٹالتا رہتا ہوں۔ اور اکثر کام بھُول جاتا ہوں۔ اب اُس نے عہد کر لیا کہ وہ کبھی کسی کام میں ٹال مٹول نہیں کرے گا اور ہر کام اپنے وقت پر کرے گا۔

مصر کی کہانی

مرسلہ :- غلام مصطفےٰ سولنگی - شکار پور

مصر کا نام سُن کر آپ کو شاید خیال آئے کہ اس ملک میں ایک پتھر کا بُت ہے جو ابو الہول کہلاتا ہے اُونچے اُونچے مینار ہیں جنہیں اہرام کہتے ہیں - یہ ابو الہول اور اہرام اگلے وقتوں کی بچی کھُچی نشانیاں ہیں جن سے اس بات کا تھوڑا بہت اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایک زمانے میں مصر بڑی ترقی کر چکا تھا۔ اس ملک میں ایسی چیزوں کی بہتات تھی۔ جن کی بدولت انسان آرام کی زندگی بسر کرتا ہے۔ ایسی چیزیں بھی کثرت سے تھیں، جو کسی قوم کو بڑا بناتی ہیں۔ اور ان کی بڑائی کی وجہ سے دنیا انہیں ہمیشہ یاد رکھتی ہے۔

اُس وقت مصر کی تہذیب بھی اُونچے درجے پر جا پہنچی تھی۔ دجلہ اور فرات کی طرح دریائے نیل بھی تپتے ہوئے صحراؤں میں سے گزرتا ہے۔ گرمی کے موسم میں یہ دریا چڑھتا تھا تو اُس کا پانی آس پاس کے بہت سے علاقے میں پھیل جاتا تھا اور جب اُترتا تھا تو زمین پر مٹی کی ایک تہہ سی بچھی نظر آتی اور مصر کے کسان اُس جگہ پر فصل بوتے مثلاً - گیہوں، جَو وغیرہ - یہاں کے لوگ مویشی بھی پالتے تھے - مصر کے لوگ مکان بنانے میں گارے سے کام لیتے تھے لیکن ان کے ملک میں پتھر کی بہتات تھی۔ دریائے نیل کے ساتھ قسم قسم کے پتھروں کی چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں - یہاں چُونے کا پتھر، بھُربھُرا پتھر اور سخت پتھر بھی موجود تھا۔ مصریوں نے ان پتھروں سے بادشاہوں کے محل اور مقبرے اور بڑے مندر بنائے جو بہت خوبصورت ہوتے تھے۔ وہ اُن کے ستونوں پر تصویریں کھودتے تھے۔

مصر کے بادشاہ کئی کئی تاجروں کی ٹولیاں بنا کر بھیجتے تھے اور وہ تاجر مشرقی افریقہ سے خوشبودار لکڑی، لوبان، چیتے کی کھالیں، لنگور اور چھوٹے چھوٹے بندر لے کر آتے - مصری کاریگر طرح طرح کی چیزیں بناتے اور اُنہیں بیل بُوٹوں سے سجاتے تھے۔ نیل کی وادی میں عمارتی لکڑی بہت کم تھی اس لیے باہر سے منگوانی پڑتی تھی - مصر میں روپے پیسے کا رواج نہیں تھا۔ بلکہ ایک چیز لے کر دوسری چیز لے لی جاتی تھی۔ مصر کی آبادی کا زیادہ تر حصّہ کھیتی باڑی کرتا تھا۔ ملک میں جگہ جگہ اعلیٰ درجے کے کاریگر بھی موجود تھے - ہر شہر میں چھوٹے بڑے کارخانے تھے، کہیں موچی چپلیں بنا رہے ہیں - کہیں چاندی اور سونے سے طرح طرح کے زیور بنا رہے ہیں، کہیں کمہار مٹی کے برتن بنا رہے ہیں کہیں جلاہا کپڑا بُن رہا ہے اور کہیں بڑھئی کام کر رہا ہے۔

اگر آج کل کا کوئی بڑھئی مصری بڑھئی کی دکان پر جانکلتا تو جن اوزاروں سے وہ کام لیتا ہے وہ یہاں بھی موجود تھے، صرف فرق یہ ہوتا کہ آج کل اوزار لوہے کے ہیں اور پچھلے زمانے کے اوزار پتھر اور تانبے کے ہوتے تھے۔

نقل کا انجام

مرسلہ - عاصم منوّر - ہارون آباد

ایک دن ہمارا اُردو کا ٹیسٹ تھا۔ ہماری کلاس کو سر ریاض علی صاحب پڑھاتے ہیں۔ وہ بہت سخت استاد ہیں۔ ہماری جماعت میں ایک لڑکے کا نام ناصر ہے۔ اس نے امتحان کے دن ٹیسٹ پیپر کھول کر ڈیسک میں رکھ لیے۔ ہمارے ٹیچر کہتے ہیں کہ اگر یاد نہ ہو تو ذہن پر زور دو۔ کوشش کرو، مگر نقل مت کیا کرو، لیکن ناصر نے پھر بھی نقل کی تھی۔ سر ریاض علی صاحب کو پتا چل گیا، کچھ دیر تو وہ نوٹ کرتے رہے، پھر جا کر انھوں نے اس کے ڈیسک سے ٹیسٹ پیپر نکال لیا اور اُس کی اتنی پٹائی کی کہ اللہ کی پناہ، اس کے بعد وہ اُس لڑکے کو پرنسپل صاحب کے پاس لے گئے۔ انھوں نے اگلے دن اسمبلی میں پورے اسکول کے سامنے بتایا کہ اس لڑکے نے نقل کی ہے، پھر اُس کو اسکول سے خارج کر دیا گیا۔

اس لیے بچّو! ہمیں بھی چاہیے کہ نقل سے کام نہ لیں بلکہ اپنی محنت کے بل بوتے پر ترقی کی منازل طے کریں۔

نقل شدہ، طویل اور غیر معیاری تحریریں شائع نہ ہوسکیں گی۔

شریر بھائی

راؤ محمد عاطف خاں۔

سلّو ملّو کی شرارتوں سے سارے گھر کی حالت خراب تھی۔ ویسے تو گھر میں صرف چار ہی افراد رہتے تھے مگر ان دو کی وجہ سے سارا گھر کباڑ خانہ نظر آتا تھا۔ اس وجہ سے سلّو ملّو کے امّی ابّو نہ تو انہیں کسی تقریب میں لے کر جاتے اور نہ ہی کسی کے گھر انہیں لے کر جاتے مگر سلّو ملّو گھر ہی میں پارٹی کی کسر پوری کر دیتے تھے۔

ایک دن دروازے کی گھنٹی بجی، ابّو نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو دروازے پر ڈاکیہ کھڑا تھا۔ ابّو نے خط لے کر ڈاکیے کا شکریہ ادا کیا اور دروازہ بند کر دیا۔ ابّو نے خط پڑھ کر بتایا کہ ماموں آرہے ہیں؟ پھر ابّو نے ان دونوں کو سمجھایا کہ دیکھو ان کے ساتھ کوئی شرارت نہ کرنا ورنہ مار مار کر کھال اُتار دوں گا، اچھا ابّو دونوں ایک ساتھ بولے۔

دوسرے دن امّی ابّو تو ماموں کو لینے ایئرپورٹ گئے ہوئے تھے۔ سلّو ملّو نے سوچا کیوں نہ ماموں کے

آنے کی خوشی میں حلوہ بنایا جائے۔ امی کا کام بھی کم ہو جائے گا۔ یہ سوچ کر انھوں نے ایک کڑھائی میں آٹا، گھی اور شکر، پانی میں گھول کر سارے محلّے میں بانٹ دیا اور خود بھی کھانے لگے مگر یہ تو کچا تھا۔ اس لیے کھایا نہیں گیا۔ یہ دونوں شریر پھیلا ہوا سامان ویسے ہی چھوڑ کر کھیلنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد امی ابو اور ماموں جان آ گئے اور سب باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں دروازے کی گھنٹی بجی۔ امی نے باہر جا کر دیکھا تو دروازے پر دس بارہ عورتیں کھڑی تھیں وہ سب کہنے لگیں۔

"اے بہن! اگر حلوہ پکانا نہیں آتا تھا تو نہ پکاتیں۔ کتنا سارا گھی شکر خواہ مخواہ ضائع کر دیا۔" یہ کہہ کر وہ سب عورتیں چلی گئیں۔ امی بے چاری کے تو تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ ستو ملو کو بلایا گیا۔ پوچھ گچھ کی گئی اور پھر ستو ملو کی خوب پٹائی ہوئی۔ ان کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ دونوں رونے لگے اور روتے روتے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

ماموں جان کو جب ان کی شرارتوں کا علم ہوا تو انھوں نے ستو ملو کو بلایا اور بولے کہ لگتا ہے تمہارے سر پر شرارت کا بھوت چڑھا ہوا ہے۔" شرارت کا بھوت!"

"ہاں شرارت کا بھوت۔ بہت خوفناک ہوتا ہے۔ پتا ہے اس کے بڑے بڑے سینگ، طوطے جیسی ناک، کالا چہرہ اور لمبے لمبے دانت ہوتے ہیں۔" ماموں نے بتایا۔

"جب وہ آئے گا تو ہم اس کو اپنی پٹاخوں والی پستول سے قابو کر لیں گے۔" ستو بولا۔ اور ملو نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "ایسا کرنا ممکن نہیں۔" ماموں بولے۔

"کوئی بات نہیں۔" ملو بولا۔

دوسرے روز آدھی رات کا وقت تھا۔ ستو ملو کے کمرے میں کھٹ پٹ ہوئی۔ گک... گک... کون، کون ہے۔ ستو ملو کی آنکھ کھل گئی۔

بھوت ہاہاہاہا۔

بھب بھب، بھوت، ہاں بھوت میں بھوت ہوں، ہاہاہاہا۔

"بھوت بھائی تم یہاں کیوں آئے ہو، ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔" ملو بولا "تم دونوں بھائی بہت

اپنی نگارشات صاف، خوشخط، کاغذ کے ایک جانب ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔

شرارتی ہو۔ اپنے امی، ابو کا کہنا نہیں مانتے۔ ہر وقت شرارتیں کرتے رہتے ہو۔ میں شرارتی بچوں کو کچا کھا جاتا ہوں۔ آج تمہاری باری ہے۔"

"نہیں .... ہمیں معاف کر دو، ہم آئندہ سے امی ابو کا کہنا مانیں گے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں۔" سلّو ملّو بولے۔ "اچھا اس بار میں تمہیں معاف کرتا ہوں مگر آئندہ سے شرارتیں نہ کرنا اور اچھے بچوں کی طرح مل جل کر رہنا۔" یہ کہتے ہوئے بھوت نے اپنے چہرے سے بھوت کا نقاب اُتار دیا۔

ماموں، ماموں کہتے ہوئے دونوں بھائی ماموں سے لپٹ گئے۔ ماموں بولے کیوں بچو ڈر تو نہیں لگا تھا۔

"ماموں ہمیں معاف کر دیں آئندہ ہم ایسی شرارت نہیں کریں گے جس سے کسی کا دل دُکھے۔"

شاباش بچو اگر تم بڑوں کا ادب کرو گے اور امی ابو کا کہنا مانو گے تو سب تم سے پیار کریں گے۔ تم میری اس بات پر ضرور عمل کرنا، اچھا اب سو جاؤ صبح اسکول بھی جانا ہے۔ شب بخیر۔" "شب بخیر ماموں جان خدا حافظ..."!

اگلی صبح سلّو ملّو خاموشی سے خود ہی اُٹھ گئے منہ ہاتھ دھویا۔ ناشتہ کیا اور اسکول کی طرف روانہ ہو گئے۔ سلّو ملّو کے ابو امی ان کی اس تبدیلی پر حیران تھے اور پھر جب ماموں جان نے انہیں ساری بات تفصیل سے بتائی، تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ماموں جان کا شکریہ بھی ادا کیا۔ کیونکہ انہوں نے سلّو ملّو کی شرارتیں ختم کرانے میں ان کی بہت مدد کی تھی۔ اب سلّو ملّو اچھے بچے بن گئے تھے اس لیے امی ابو اب انہیں تقریبات میں بھی ساتھ لے کر جاتے تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

نائلہ بختیار ۔ کوہاٹ، سرحد

تیمور لنگ اپنے سپاہیوں کو مُردوں کی کھوپڑیاں کا ہار پہناتا تھا۔

- "بابائے سائنس" ارسطو کو کہا جاتا ہے۔
- اینڈریو جانسن وہ امریکی صدر تھا جس نے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔
- سات دنوں کا ہفتہ بنی اسرائیل نے ایجاد کیا تھا۔

بلیک بکس

"اگر آپ مستقبل کے اچھے اور نیک نام ادیب بننا چاہتے ہیں تو کوشش کیجیے کہ آپ کا نام بلیک بکس میں نہ آنے پائے۔"

آؤ ملائیں ہاتھ

خیال رہے

آپ اس بات کی گواہی دیں گے کہ آنکھ مچولی کبھی یکسانیت کا شکار نہیں ہُوا... آئے دنوں نت نئے تجربات، اچھوتے خیال اور منفرد سلسلوں کو متعارف کرواتے آنکھ مچولی اپنے قارئین کی نظر میں پسندیدہ ہوتا رہا ہے... یقیناً آنکھ مچولی نئی روایتوں کا امین ہے۔ لیجیے ہم "قلمی دوستی" کے حوالے سے بھی ایک نئی روایت کا آغاز کر رہے ہیں... آئندہ ماہ سے ہم صرف اُسی ماہ میں پیدا ہونے والے ساتھیوں کا تعارف اور تصویر شائع کریں گے۔ اسی لیے فوری طور پر اپریل اور مئی کے مہینوں میں پیدا ہونے والے ساتھی ہمیں اپنا تعارف اور تصاویر بھجوا دیں۔ یاد رہے کہ تصویر کے ساتھ کوپن کا آنا ضروری ہے۔ بچیاں اپنا تعارف نہ بھجوائیں۔ اور وہ بہت سے ساتھی جو پہلے سے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ اُن سے گزارش ہے کہ وہ بھی اب نئے طریقے کے مطابق اس میں شمولیت اختیار کریں۔

محمد اسلم تنولی، عمر ۱۲ سال جماعت، نہم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا۔ بڑے ہو کر انجینئر بنیں گے۔ مضمون کیمیا۔
۹۰۳/۲۔ ای ۲۳۱۔ جہانگیر روڈ۔ ویسٹ کراچی ۵

خرم علی۔ عمر۔ ۱۰ سال جماعت پنجم۔ سکے جمع کرنا مضمون، حساب، بڑے ہو کر ملکی ترقی کے لیے انجینئر بنیں گے۔
۱۴/۱۷ فیڈرل بی ایریا۔ کراچی۔

محمد قدافی، عمر۔ ۱۵ سال جماعت نہم، کرکٹ کھیلنا مضمون، سائنس بڑے ہو کر۔ پائلٹ بنیں گے۔۔۔
۵۸۹۔ انور اسد کالونی۔ گلبہار نمبر ۱ پشاور

محمد اشفاق۔ عمر ۱۴ سال جماعت نہم۔ مشغلہ مطالعہ کرنا۔ مضمون، انگریزی حساب، افسر بننے کا ارادہ ہے۔
محلہ قصاباں لیاقت آباد۔ کوٹ لکھپت۔ لاہور ۴۰

ہاشم موسیٰ، عمر، ۱۳ سال جماعت ہفتم، ٹکٹ جمع کرنا مضمون، انگریزی۔ بڑے ہو کر۔ انجینئر بنیں گے۔۔۔
دوسری منزل نظامانی بلڈنگ گلی نمبر ۹۔ نوآباد۔ کراچی۔ ۲

عمران علی عثمانی۔ ۱۴ سال جماعت دہم، مطالعہ کرنا مضمون۔ ریاضی، عربی۔ بڑے ہو کر۔ سائنسدان بنیں گے۔
۲۱/۱ بہار کالونی۔ رمسان روڈ۔ کراچی نمبر ۵۳

غلام محمود۔ ۱۲ سال جماعت ہفتم، کرکٹ کھیلنا مضمون، مطالعہ پاکستان اُستاد بن کر وطن کی خدمت کریں گے۔
محلہ اسلام پورہ۔ تحصیل بھلوال۔ ڈاکخانہ ملکوال سرگودھا

ندیم حسین خان، ۱۴ سال جماعت، نہم۔ ہاکی کھیلنا مضمون، ریاضی، تبلیغ کے لیے مبلغ بنیں گے۔
۲۸/۲ ایریا ٹوپی۔ لانڈھی ۲۔ کراچی

نوید انور۔ ۱۵ سال جماعت دہم، مشغلہ بیڈمنٹن۔ بڑے ہو کر، پائلٹ بنیں گے۔
ڈاکخانہ منڈا گاؤں نصرت خیل۔ تحصیل و ضلع کوہاٹ

صادق معصوم ۔ ۱۲ ر سال
جماعت ہشتم ، کرکٹ
قلمی دوستی ، اسلامیات
پائلٹ بننے کا ارادہ ہے ۔
جنگل خیل ۔ نئی آبادی ۔ کوہاٹ

ظفر بٹ ۔ عمر ۱۱ ر سال
جماعت ہفتم ، پرندے
پالنا ۔ مضمون ، اُردو ، بڑے
ہو کر ، افسر بننے کی خواہش ہے ۔
ایم سی ۸۵۴ ۔ گرین ٹاؤن ۔ کراچی ۴۳

محبوب احمد ساجد ۔ ۱۲ ر سال
جماعت ششم ، کرکٹ
مضمون انگریزی ، بڑے
ہو کر فوجی کمانڈر بننے کا ارادہ ہے ۔
عارف برادرز کریانہ مرچنٹ ۔ لودھراں

سید کاشف حسین ۱۲ ر سال
جماعت ہشتم ، اچھی کتابوں
کا مطالعہ کرنا ، سائنس ،
ڈاکٹر بن کر خدمت خلق کریں گے ۔
آر ۸۰۴ ، سیکٹر ۴ اے شادمان ٹاؤن ، نارتھ کراچی

احسن ابڑو عمر ، ۱۲ ر سال
جماعت پنجم ، تجربات کرنا
مضمون انگریزی ، بڑے
ہو کر ، فوجی بن کر ملک کی خدمت کریں گے ۔
سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی نمبر ۸۷ ، حیدرآباد

نجیب اللہ ، ۱۲ ر سال
جماعت ششم ، کرکٹ کھیلنا
مضمون ، اسلامیات
انجینئر بننے کا شوق ہے ۔
ڈھکی ڈالگراں ، فلیٹ نمبر ۴ ، حافظ چیمبر ، پشاور

سیف اللہ ۱۲ ر سال
جماعت ہشتم ، مطالعہ کرنا
مضمون ، حساب ، پائلٹ
بن کر ملک کا دفاع کریں گے ۔
۱۶۰۸ ۔ محمد علی جوہر روڈ ، کوچی بازار ، پشاور

بابر ندیم مغل ، ۱۲ ر سال
جماعت ششم ، رسائل پڑھنا
مضمون ، عربی ، بڑے ہو کر
پائلٹ بننے کا شوق ہے ۔
۹ محلہ عبداللطیف ، کمال آباد ، بکرا منڈی ، راولپنڈی

سراج الدین ، ۱۲ ر سال
جماعت ہشتم ، مطالعہ کرنا
مضمون ، سائنس ، پائلٹ
بن کر ملک کی خدمت کریں گے ۔
جی ۲/۷ ۔ ملیر کالونی ، نزد عید گاہ ، کراچی ۳۷

ذیشان مشتاق ، ۱۲ ر سال
جماعت ہشتم ، مطالعہ کرنا
ہاکی کھیلنا ، مضمون ، عربی ،
پروفیسر بننے کی خواہش ہے ۔ معرفت مشتاق احمد
سوئی گیس کالونی ، جوہی روڈ ، دادو

محمد عرفان ، ۱۲ ر سال
جماعت پنجم ، مطالعہ کرنا
مضمون ، حساب ، ڈاکٹر
بن کر غریبوں کی خدمت کریں گے ۔
پرانا گولیمار ، کراچی نمبر ۱۶

رضا محمد قادری ، ۱۲ ر سال
جماعت ہفتم ، کرکٹ کھیلنا
مضمون ، انگریزی ،
پائلٹ بنیں گے ۔
چک نمبر ۱۲/۱۲ ایل ، چیچہ وطنی ۔ ساہیوال

محمد اقبال ، ۱۲ ر سال
جماعت ہشتم ، کرکٹ کھیلنا
مضمون ، اُردو ، بڑے ہو کر
کھلاڑی بنیں گے ۔
شاہ لطیف جنرل اسٹور ، جنگ شاہی ، ضلع ٹھٹھہ

ریحان قمر ، ۱۲ ر سال
جماعت ہفتم ، کرکٹ کھیلنا
مضمون ، انگریزی ، حساب
بڑے ہو کر ، پائلٹ بنیں گے ۔
سندھ آئرن اسٹور ، سبزی منڈی ، ڈگری ، تھرپارکر

جمیل احمد ، ۱۲ ر سال
جماعت ہفتم ، کہانیاں
پڑھنا ، مضمون ، اُردو ،
فوجی بن کر ملک کی خدمت کریں گے ۔
۱۷/۱ ، اے ایریا ، لیاقت آباد ، کراچی

راشد علی ، ۱۲ ر سال
جماعت پنجم ، آنکھ مچولی
پڑھنا ، مضمون ، حساب
فوجی افسر بننا چاہتے ہیں ۔
۲/۶ ، ۳۴ ، الفرید اسٹریٹ ، گارڈن ویسٹ ، کراچی

اعجاز علی ، ۱۲ ر سال
جماعت ہفتم ، کہانیاں
پڑھنا ، اسلامیات
اُستاد بن کر قوم کی خدمت کریں گے ۔
اے ۹۴۰ ، شاہی بازار ۔ پرانا سکھر

عارف عزیز ، ۱۲ ر سال
جماعت ہشتم ، باغبانی ،
مضمون ، اُردو ،
ڈاکٹر بن کر انسانیت کی خدمت کریں گے ۔
آصف الیکٹرک ورکس ، نصر پور ناکہ ، ٹنڈو اللہ یار

محمد سمیع ، ۱۲ سال
جماعت ہشتم ، آنکھ مچولی
پڑھنا ، مضمون ، اُردو
انجینیر بننے کا شوق ہے ۔
جے ۱۴/۱۰ بی ہاؤسنگ جیکب لائن کراچی ۳

سلیمان خان شہنشاہ ، ۱۲ سال
جماعت ششم ، کرکٹ کھیلنا
مضمون ، اُردو ، بڑے ہوکر
پائلٹ بن کر ملک کا دفاع کریں گے ۔
عیسٰے خیل ۔ گاؤں بدرشی نوشہرہ ۔ ضلع پشاور

ملک عامر ، ۱۲ سال
جماعت ہفتم ، آنکھ مچولی
پڑھنا ، مضمون ، انگریزی
ڈاکٹر بنیں گے ۔
ڈاکخانہ میانی ، ضلع سرگودھا ۔

ریحان نسیم ، ۱۲ سال
جماعت ہشتم ، ہاکی کھیلنا
مطالعہ ، مضمون ، ریاضی ،
انجینیر بننے کی آرزو ۔ بلاک این ، شاہ ولی اللہ نگر سیکٹر ساڑھے گیارہ ۔ اورنگی ٹاؤن کراچی

احسان الٰہی شاہد ، ۱۲ سال
جماعت ہفتم ، رسائل پڑھنا
مضمون انگریزی ، اداکار
بننے کا ارادہ ہے ۔
گورنمنٹ ہائی اسکول ۔ کھپاڑے کلاں تحصیل ننکانہ صاحب

محمد نعیم یونس ، ۱۲ سال
جماعت پنجم ، رسائل
پڑھنا ، مضمون ، اُردو
ڈاکٹر بننے کا شوق ہے ۔
گلی نمبر ۲ مسلم کالونی ، کمہار منڈی ، ملتان

محمد شاہد علی ، ۱۲ سال
جماعت ہفتم ، مطالعہ کرنا
مضمون ، اسلامیات
پائلٹ بننے کا شوق ہے ۔
جی ۱۰۶/۱ جناح اسکوائر ، ملیر کالونی ، کراچی

راجہ جمال احمد ۱۲ سال
جماعت ہشتم ، کرکٹ کھیلنا
مطالعہ ، مضمون ، سائنس
پائلٹ بننا چاہتے ہیں ۔
سلطان کلاتھ ہاؤس ، بین بازار ، مصطفےٰ آباد

محمد ایاز خان ، ۱۲ سال
جماعت ششم ، سائنس
بڑے ہوکر ، ڈاکٹر
بننا چاہتے ہیں ۔
رحمان آباد ، ڈرگ روڈ ، کراچی نمبر ۸

محمد شیراز ۱۲ سال
جماعت ہشتم ، مطالعہ کرنا
مضمون ، مطالعۂ پاکستان
پائلٹ بنیں گے ۔
محلہ نور آباد ۔ ڈھوک فتح ۔ اٹک شہر

صابر ، ۱۲ سال
جماعت ہشتم ، قلمی دوستی
مضمون ، انگریزی ،
ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں ۔
ڈاکخانہ تلہاڑ ۔ ضلع بدین

طاہر غلام محمد ، ۱۲ سال
جماعت ، ہفتم ، کرکٹ
کھیلنا ، مضمون ، ریاضی
انجینئر بنیں گے ۔
ڈاکٹر چھلارام ہاؤس ، پنوعاقل ، ضلع سکھر

نام ــــــــ جماعت

تاریخ و سن پیدائش ــــــــ مشاغل

پسندیدہ مضمون ــــــــ بڑے ہوکر کیا بننا چاہتے ہیں

پتہ

امّی ابّو کا صفحہ

محمد سلیم مغل

امّی سے کہنے کی ایک بات ـــــ براہِ راست بھی بالواسطہ بھی

اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ "آپ کی بچّی کو اللہ تعالیٰ نے ذرا سا بھی خوبصورت نہیں بنایا یہ تو آپ کا کمال ہے کہ آپ جب چاہتی ہیں میک اپ کے ذریعے اپنی بچّی کو خوبصورت بنا دیتی ہیں"
یہ سُن کر آپ کو کہنے والے کی عقل پر شک گزرے گا بلکہ بعید نہیں کہ آپ اُسے مخبوط الحواس قرار دے دیں... ایسا ہونا بھی چاہیے۔ اس لیے کہ یہ بات بنیادی طور پر احمقانہ ہے...
لیکن ایک لمحے کو غور کیجیے کہ کہیں آپ کی بچّی کے سلسلے میں آپ کا کوئی عمل مندرجہ بالا تبصرے پر مُہرِ صداقت تو ثبت نہیں کر رہا...
آئیے کسی ایسی تقریب میں چلتے ہیں، جہاں بہت سے لوگ مدعو ہیں۔ ان بہت سے لوگوں میں بچّے بھی ہیں اور بچّیاں بھی۔ ذرا سا رُکیے... اور ان بچّیوں کو غور سے دیکھیے، ان میں سے کس کس کے ہونٹوں پر لپ اسٹک کے رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔ اور کسی ننھی بچّی کے گالوں پر مصنوعی سُرخی لگی ہوئی ہے... کسی گڑیا سی بیٹی کی مانگ میں افشاں بھری ہوئی ہے اور کچھ بچّیوں کے چہروں پر ستارے جھلملا رہے ہیں... بعض کے ناخن، ناخن پالش کی دبیز تہہ تلے چھپے ہوئے ہیں اور کچھ بچّیاں تو سچ مچ دلہن لگ رہی ہیں۔ ممکن ہے دلہنوں کی طرح سجی دھجی یہ بچّیاں آپ کو اچھی لگتی ہوں، لیکن میری ناقص رائے میں تو آپ اس معصوم مخلوق پر ظلم کر رہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے چہرے پر دلکشی اور رعنائی، حُسن و معصومیت، اور شگفتگی اور شادابی کے جو فطری رنگ بکھیرے ہیں، آپ نے اُن پر مصنوعی رنگ مَل کر، اُن کے اصل حُسن کو غارت کر دیا ہے۔
ممکن ہے بڑے ہو کر یا ادھیڑ عمری میں ضُعف کے آثار چھپانے کے لیے کاسمیٹکس کا استعمال ضروری ہو جاتا ہو لیکن خدارا معصوم بچّوں کو فیشن کے اس غیر محسوس زہر سے دُور رکھیے... اُنہیں اچھے اور اُجلے کپڑے پہنائیے... ان کے بال سنواریے... گرم سرد موسم کی مناسبت سے ان کے چہروں پر کچھ لگانا ضروری ہو تو لگائیے بھی مگر بچّوں کو کاسمیٹکس کی خرافات سے دُور رکھیے۔
امریکی ماہرینِ صحت کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں لپ اسٹک خواتین میں پیٹ کی رسولی کی سب سے بڑی وجہ ہے...
سوچیے، وہ چیز جو آپ کی صحت کے لیے مضر ہے بچّوں کے لیے کیوں کر مفید ہو سکتی ہے۔
آپ یقین رکھیں کہ آپ کی بچّی فطری طور پر حسین ہے۔ وہ کالی ہو یا گوری، اس کے نقش تیکھے ہوں یا پھیکے، وہ بچّی محض اس لیے حسین ہے کہ وہ بچّی ہے۔ اپنی بچّی سے اُس کی کم سنی کا حُسن نہ چھینیے۔

آپ ایک بار پی کر تو دیکھیں !
TAPAL
TAPAL TEA
DANEDAR
Leaf Blend
Net weight when packed
200 grams
ٹپال چائے
دانے دار
لیف بلینڈ
فوری تیار، زیادہ خوشبودار، گہری رنگت، یادگار لذت، ایک پیالی میں گھنٹوں تسکین
MASS

معیاری خوردنی اشیاء کی پہچان
اس کے اجزاء

قدرت نے ذائقہ دیا احمد نے محفوظ کیا